Click here to Zoom level choice!

INTRODUCTION SILSILA E AZEEMIA

Click here to View list of Libraries under Azeemia Sufi order

Click here to Reach the Contacts under Silsila Azeemia around the world

سلسلہ عظیمیہ

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنیاد سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرف قبولیت کے بعد جولائی 1960ء میں رکھی گئی۔

یہ سلسلہ عالیہ جذب و سلوک دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے اور سالک کو روحانیت کی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ یہ ایک علمی سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ میں روایتی پیری مریدی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مخصوص لباس اور کوئی وضع قطع ہے۔ صرف خلوص کے ساتھ طلب روحانیت کا ذوق و شوق ہی طالب کو سلسلہ کے ساتھ منسلک رکھتا ہے اور سلسلہ میں مریدین کو دوست کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے لئے سخت ریاضتوں' چلوں اور مجاہدوں کی بجائے ذکر واشغال نہایت آسان ہیں۔ تعلیم کا محور غار حرا والی عبادت ہے۔ یعنی مراقبہ

دورِ حاضر میں خانقاہی نظام کی اہمیت

آج کے جدید دور کے ترقی یافتہ اور شعور والے انسان کی ضرورتوں اور تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے اور انسان کے جدید سائنسی علوم سے آراستہ شعور کی تربیت کے لئے ایک نئے چیلنج کا سامنا تھا۔

سلسلہ عظیمیہ کی بنیاد

اس نئے درپیش چیلنج سے نپٹنے کے لئے جدید افکار و نظریات سے لیس ایک نئے

سلسلے کے اجرا کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ایک روز مرشد کریم حضور خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ تعالیٰ نے عارف باللہ' ابدال حق واقف اسرار کن فیکون' حامل علم لدنی' واقف رموز لامکانی' بحر تکوین کے امیر البحر حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیاء حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنیاد رکھنے کی درخواست پیش کی۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے یہ درخواست سرور کائنات فخر موجودات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پیش کی۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو قبول فرما کر سلسلہ عالیہ عظیمیہ کو قائم کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔

سلسلہ عظیمیہ کا تعارف

سلسلے کے تعارف میں مرشد کریم فرماتے ہیں موجودہ دور سائنسی دور ہے۔ انسان شعوری طور پر اتنا ترقی کر چکا ہے کہ وہ ہر چیز کی حقیقت کو کھلی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ایک طرف تو زمین کی انتہائی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے اور دوسری طرف آسمانوں کی رفعت کی پیمائش کر رہا ہے ایسے حالات میں وہ ہر شے کی حقیقت کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔ جس طرح انسان نے ظاہری دنیا میں کامیابیاں حاصل کی ہیں اسی طرح وہ باطنی یا روحانی دنیا کے حقائق جاننے کا خواہاں ہے۔ سائنسی ترقی کی وجہ سے انسان کے ذہن کی رفتار بہت تیز ہو گئی ہے اور وہ کسی بات کو اس وقت قبول کرتا ہے جب اس بات کے متعلق کیوں' کیسے اور کس لئے کے جوابات اسے مل جائیں۔

جدید سائنسی دور

انسان نے جس قدر سائنسی ترقی کی ہے اسی قدر وہ مذہب سے دور ہو گیا ہے اور اس کا عقیدہ کمزور ہو گیا ہے۔ یقین ٹوٹ گیا ہے اور انسان سکون سے نا آشنا ہو گیا ہے۔

سکون کی تلاش و جستجو میں انسان روحانیت کی طرف متوجہ ہوا مگر روحانیت کے حصول کے لئے وہ غیر سائنسی طور طریقوں کو اپنانا نہیں چاہتا اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسے سلسلے کی ضرورت تھی جو وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا قیام اسی مقصد کے تحت ہوا ہے اور یہ سلسلہ جدید تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں روایتی طور طریقوں کو نظر انداز کر کے جدید طرزیں اختیار کی گئی ہیں۔ جدید افکار و نظریات سے ہم آہنگ ہونے کے باعث یہ سلسلہ تیزی سے دنیا کے تمام ممالک میں مقبول ہو رہا ہے۔

سلسلہ عظیمیہ کا جدید طرز تعلیم

سلسلہ عالیہ عظیمیہ جذب و سلوک کے دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے۔ اس سلسلے میں روایتی پیری مریدی کا مروجہ طریقہ نہیں ہے۔ نہ اس میں کوئی مخصوص لباس ہے نہ کوئی وضع قطع مختص ہے۔ خلوص کے ساتھ طلب روحانیت کا ذوق و شوق ہی طالب کو سلسلہ عظیمیہ سے منسلک رکھتا ہے۔ تعلیم کا محور غار حرا والی عبادت ہے جہاں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل عرصہ صرف کیا۔ اس عبادت یعنی مراقبہ سے سالک میدان روحانیت میں با آسانی گامزن ہو جاتا ہے۔ جوں جوں اس کا قدم آگے بڑھنے لگتا ہے اس پر تفکر کے دروازے کھلنے لگتے ہیں۔ لاشعور میں ہر سمت بیداری اور نظر میں اسرار کے پردوں میں جھانکنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زاہد خشک کی بجائے حق آگاہی کا ایک ہوشمند طالب علم بن جاتا ہے۔ چونکہ امام سلسلہ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ شعبہ تکوین کے اعلیٰ ترین عہدے اور قلندریت کے نہایت بلند مقام پر فائز ہیں اس لئے سلسلہ عالیہ عظیمیہ میں قلندری رنگ مکمل طور پر موجود ہے۔

عارف باللہ اور فیضان حق

قلندر عارف باللہ، علم الٰہی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حق کی عکاسی کرتا ہے۔ انوار محمدی کے طفیل وہ خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ بن جاتا ہے کہ ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل فیضان حق سے سیراب ہوتا ہے۔ توحیدی سکون اور حق آگہی کے کیف میں زندگی گزارتا ہے۔ غیب کی ہر راہ اس کے لئے اپنی انتہا تک کھلی ہوتی ہے۔

دربار فقراء

مشاہدہ کرنے والوں نے دیکھا کہ قلندر بابا اولیاءؒ کی محفل میں ان کے دسترخوان پر شیعہ سنی دیوبندی بریلوی غرضیکہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ بصد آداب بیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔ قادری چشتی، نقشبندی، سہروردی ہر روحانی سلسلہ کے تشنہ لبوں کی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی جوئے کرم سے سیرابی ہوتی تھی۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے جس کو محبت اور کرم کی نگاہ سے دیکھ لیا اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ جس کو ان کی طرز فکر منتقل ہو گئی اس کے نصیب جاگ اٹھے اور وہ حق آگہی کے شرف سے مشرف ہو گیا۔

شان قلندر

مستی خود آگہی قلندر کی ایک شان ہوتی ہے اس کو ذات اور صفات دونوں کی آگہی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے وجود سے گم اور حق میں ضم ہو جاتا ہے یہ ادائے قلندرانہ ہے کہ درویشانہ بے نیازی کے ساتھ تحیر اور لب بندی اس کا شیوہ ہوتی ہے۔ قلندر شہید نفی ہو کر جیتے جی مر کر اپنے وجود میں سبحانیت کا نظارہ کرتا ہے وہ دمادم دم کے کیف دائمی سے سرشار ہوتا ہے۔ حضوری کے رشتے میں منسلک مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے بھید کا رازدان ہوتا ہے۔ اس کے وجودی کثافتوں کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ حق کو حقانیت میں دیکھتا ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ اور خانقاہی نظام

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے خانقاہی نظام کو موجودہ دور کی ضروریات سے ہم آہنگ کر کے ہمیں تخلیق کائنات کے فارمولوں سے روشناس کرانے کو سلسلہ عالیہ عظیمیہ جاری فرمایا ہے۔ تخلیقی فارمولوں کا تجزیہ کرنے والے بتاتے ہیں کہ "علم الکتاب" تخلیق کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے زاویے پر محیط ہے۔ علم کی تشریح کے لئے دو طرزیں یا دو رخ قائم کئے جاتے ہیں تصوف کی زبان میں ان دو طرزوں کو علم حصولی اور علم حضوری کہا جاتا ہے۔

علم حضوری و علم حصولی

علم حضوری اور علم حصولی میں فرق یہ ہے کہ علم حصولی کے دائرہ کار میں جتنی چیزیں آتی ہیں۔ وہ سب وسائل کی محتاج اور پابند ہیں جبکہ علم حضوری وسائل کی احتیاج سے بے نیاز اور ماورا علم ہے۔ خانقاہی نظام تعلیم اسی علم حضوری کی تعلیم دینے کا ایک مضبوط نظام ہے۔ دنیا کی تمام یونیورسٹیاں تمام تعلیمی ادارے علم حصولی کا پرچار کرتے ہیں اور ان کے برعکس خانقاہی نظام تعلیم علم حضوری کے حصول کا وہ طریقہ ہے جس کی بنیاد حضور نبی کریم نے اصحاب صفہ کی سنت جاری فرما کر رکھی تھی۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ

سلسلہ عالیہ عظیمیہ جذب و سلوک دونوں روحانی شعبوں پر محیط ہے۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنیاد سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت کے بعد جولائی 1960ء میں رکھی گئی۔

امام سلسلہ عالیہ عظیمیہ ابدال حق سیدنا مرشد حسن اُخریٰ محمد عظیم برخیا خصوصاً اکیس سلاسل طریقت کے مربی و مشفق ہیں۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ میں روایتی پیری مریدی نہیں ہے۔ نہ جبہ و دستار ہے۔ نہ منبر و محراب ہے۔ اگر کسی طالب کو در عظیم سے کچھ لینا ہے تو اس کے لئے خلوص اور طلب علم کے لئے ذوق و شوق کا ہونا کافی ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ابدال حق قلندر بابا رحمتہ اللہ علیہ مرتبہ' قلندریت کے مقام اعلیٰ پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ کی ذات بابرکات کا رنگ قلندریہ ہے۔ اسی لئے سلسلہ عظیمیہ عالیہ کا رنگ بھی قلندریہ ہے۔ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ ـــــ

انسان کو محض روٹی کپڑے کے حصول اور آسائش و زیبائش ہی کے لئے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ وہ خود کو پہچانے۔ اپنے اس رحمت للعالمین محسنؐ انسانیت کا قلبی و باطنی تعارف حاصل کرے جن کے جود و کرم اور رحمت سے ہم ایک خوش نصیب قوم ہیں اور جن کی تعلیمات سے انحراف کے نتیجے ہیں ہم دنیا کی بدنصیب اور بدترین قوم بن چکے ہیں۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہیں۔

(1) صراط مستقیم پر گامزن ہو کر دین کی خدمت کرنا۔

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرکے آپ کے روحانی مشن کو فروغ دینا۔

(3) مخلوق خدا کی خدمت کرنا۔

(4) علم دین کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانی اور سائنسی علوم حاصل کرنے کی ترغیب دینا۔

(5) لوگوں کے اندر ایسی طرز فکر پیدا کرنا جس کے ذریعے وہ روح اور اپنے اندر روحانی صلاحیتوں سے باخبر ہو جائیں۔

(6) تمام نوع انسانی کو اپنی برادری سمجھنا۔ بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا اور حتی المقدور ان کے ساتھ ہمدردی کرنا۔

اللہ کی سنت میں نہ تبدیلی ہوتی ہے اور نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔ اس قانون کے مطابق جب اللہ کے رسولؐ نے ہماری ظاہری آنکھ سے پردہ فرما لیا تو سنت کو جاری و ساری رکھنے کے لئے اللہ نے اپنے رسولؐ کے ورثا کا ایک سلسلہ قائم کر دیا۔ سلسلہ کیا ہے؟ ان اولیاء اللہ کا گروہ ہے جن کے بارے میں قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد ربانی ہے۔

اِلَا اِنَّ اَولیاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیہِم وَلَا ہُم یَحزَنُونَ اللہ کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غم آشنا زندگی سے مانوس ہوتے ہیں۔

علم حضوری سے مالا مال اولیاء اللہ نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی پیش رفت کے لئے ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائی۔ آج یہ جو توحید کا غلغلہ اور علم حضوری کی جھلک نظر آتی ہے یہ سب حضور اکرمؐ کے عملی اور روحانی کوشش کا ثمر ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے ایسے محبوب بندے ہیں کہ جتنی قربت اللہ نے

انہیں عطا کی ہے کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ جس قوم یا جس فرد پر حضور کے اعلیٰ اوصاف اور روحانی اقدار کی چھاپ نہ ہو اس کا یہ کہنا کہ میں حضورؐ کا امتی ہوں حضورؐ کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی ہے۔

اس پاکیزہ کردار عارف حق، اسرار الٰہی کا بحرِ ذخار اور دریائے ناپید اکنار حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے ہمیں بتایا ہے کہ آج ہم کفر و شرک کے طوفان سے اگر بچے ہوئے ہیں تو اس کی وجہ وہ آواز ہے جو پیدا ہوتے ہی ہم اپنے بچوں کی حق آشنا سماعت میں منتقل کر دیتے ہیں۔ اذان کے معنی اور مفہوم پر تفکر کرنے سے یہ بات مشاہدہ میں آجاتی ہے کہ پیدا ہونے والے ہر بچے کے دماغ کی اسکرین---- (SCREEN) پر پہلا نقش یہ رقم ہوتا ہے کہ ہمارا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ وہ اللہ جو ہمیں زندہ رکھتا ہے اور ہمارے لئے زندگی کے وسائل فراہم کرتا ہے۔

ہر زمانے میں نوع انسانی کی شعوری اور جسمانی صلاحیتوں میں فرق بھی واضح رہا ہے۔ ایک زمانے میں لوگوں کے پاس جسمانی قوت کی فراوانی تھی لیکن ان کے شعور کی قوتیں اتنی مضبوط نہیں تھیں جتنی کہ آج دیکھنے میں آرہی ہیں۔ فی زمانہ ماحول کے اثرات سے لوگوں کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی مصروفیات میں حد درجہ اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ آج لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ پرانے طریقہ ہائے ریاضت پر عمل کر سکیں۔

آج کے سائنسی دور میں کوئی بات اُس وقت قابل قبول ہے جب اسے فطرت کے مطابق اور سائنسی توجیہات کے ساتھ پیش کیا جائے۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا مشن بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اوپر تفکر کے دروازے کھول دیئے جائیں چنانچہ حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے اسباق و اذکار بہت ہی مختصر مرتب کیے گئے ہیں جن کے ذریعے رہروان سلوک کو عرفان خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات اور موجودہ سائنسی ماحول کا اگر زیادہ گہرائی اور توجہ سے تفکر کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حق تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے بندوں کے لئے اس دور جدید میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو خدمت خلق کے لئے منتخب فرمایا۔ اسی لئے آپ کی بزرگان دین نے خاص طور پر تربیت فرمائی جیسا کہ تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ میں ہے۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے ابتدائی تعلیم شہر خورجہ (بھارت) میں حاصل کرنے کے بعد ہائی سکول تک بلند شہر میں پڑھا اور پھر انٹر (INTER) میں داخلہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لیا۔

علی گڑھ میں قیام کے دوران آپ کی طبیعت میں درویشی کی طرف میلان بہت زیادہ بڑھ گیا اور وہاں "مولانا کابلیؒ" کے پاس قبرستان کے حجرے میں زیادہ وقت گزارنے لگے۔ صبح تشریف لے جاتے اور رات گئے واپس آتے۔ اسی اثناء میں آپ اپنے نانا بابا تاج الدین ناگپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا جان نے آپ کو وہاں روک لیا آپ کے والد محترم کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ ناگپور تشریف لے گئے اور بابا تاج الدینؒ سے درخواست کی کہ اس کی تعلیم نامکمل رہ جائے گی۔ اسے واپس علی گڑھ بھیج دیجئے۔ استادوں کے استاد واقف اسرار و رموز، حامل علم لدنی حضرت بابا تاج الدینؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو اس سے زیادہ پڑھایا گیا جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔ قلندر بابا کے والد صاحب نے ایک مشفق باپ کی طرح بیٹے کو سمجھایا اور جب دیکھا کہ بیٹے کا میلان طبع فقر کی طرف مائل ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر "بیٹے! تم خود سمجھ دار ہو جس طرح چاہو اپنا مستقبل تعمیر کرو۔" اور بیٹے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

قلندر بابا اولیاءؒ اپنے نانا تاج الدین ناگپوریؒ کی خدمت میں نو سال مقیم رہے۔ نو سال کے عرصے میں حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے آپ کی روحانی تربیت فرمائی تربیت کے زمانے کے بے شمار واقعات میں سے چند واقعات کا تذکرہ اور اس کی علمی توجیہ۔ ابدال

حق قلندر بابا اولیاءؒ نے کتاب تذکرہ تاج الدین بابا اولیاءؒ میں فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔

1956ء میں سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ قطب ارشاد حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردی قدس سرہ العزیز (آپ کا مزار مبارک لاہور بنجوال میں واقع ہے) کراچی تشریف لائے۔ حضور بابا صاحبؒ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بیعت حاصل کرنے کی درخواست پیش کی حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ نے ارشاد فرمایا۔ رات کو تین بجے آؤ۔ سخت سردی کا عالم تھا۔ حضور بابا صاحب گرانڈ ہوٹل میکلوڈ روڈ، کراچی کی سیڑھیوں پر رات کے دو بجے جا کر بیٹھ گئے۔ ٹھیک رات تین بجے سہروردی بزرگ نے دروازہ کھولا اور اندر بلا لیا۔ سامنے بٹھا کر حضور بابا صاحبؒ کی پیشانی مبارک پر تین پھونکیں ماریں۔ پہلی پھونک میں عالم ارواح منکشف ہو گیا۔ دوسری پھونک میں عالم ملکوت وجبروت سامنے آ گیا اور تیسری پھونک میں حضور بابا صاحبؒ نے عرش معلی کا مشاہدہ کیا۔ حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے قطب ارشاد کی تعلیمات تین ہفتے میں پوری کر کے خلافت عطا کر دی۔

اس کے بعد حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی تعلیم شروع کی اور پھر یہ سلسلہ یہاں تک پہنچا کہ سیّدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہ راست علمِ لدنی عطا فرمایا اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور نسبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیشی ہوئی اور اسرار و رموز کا علم حاصل ہوا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فطرتاً ذہین حلیم الطبع مخلص، شاعر، فلاسفر، وسیع المعلومات، خلیق، سخن سنج اور پر مزاح تھے۔ بابا صاحبؒ حسن اخلاق کا ایسا سراپا تھے کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اپنے حلقہ احباب، صحافی، قلم کار اور عامتہ الناس میں نہایت عزت و جاہ کے مالک مانے جاتے تھے۔ بہت ہی مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ آنے والوں کی ممکنہ خاطر مدارت کرنا، پریشان لوگوں کی دلجوئی کرنا، دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھنا اور توقع سے زیادہ اس کا دکھ بانٹ لینا۔ یہ وہ اعلیٰ اوصاف تھے جن کا اظہار آپ نے اوائل عمر سے شروع کر دیا تھا۔ کراچی میں اردو ڈان اخبار کے سب ایڈیٹر اور اس کے بعد رسالہ نقاد میں ایک عرصے تک کام کرتے رہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے سے پیشتر دہلی میں مختلف رسائل و جرائد کی صحافت اور شعراء کے دیوانوں کی اصلاح و ترتیب کا کام کیا اور شب و روز میں شہر کے مشہور و معروف دانشور، شعراء اور ادباء کی محفلیں جمتیں۔ اور دن کے وقت ان کے پاس صوفی منش لوگ آتے اور تصوف پر سیر حاصل گفتگو اور تبصرے ہوتے۔ اہل ذوق حضرات آپ کی صحبت صالحہ سے مشرف و بامراد ہوتے۔

علم لدنی کی تعلیم کے دوران اور اس کے بعد بھی حضور بابا صاحبؒ ڈھائی تین گھنٹے سے زیادہ کبھی نہیں سوئے۔ نیند پر ان کو پوری طرح غلبہ اور دسترس حاصل تھی آپ کی زندگی میں ایک ایسا بھی دور آیا کہ حضور بابا صاحبؒ پر جذب کیف و مستی اور عالم استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ اکثر خاموش رہتے۔ گاہے بگاہے گفتگو بے ربط ہو جاتی تھی۔ جذب و کیف کی یہ مدت زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہتی تھی۔

ایک مرتبہ لیٹرپیڈ (LETTER PAD) پر نام چھپوانے کے لئے حضور بابا صاحبؒ سے اجازت طلب کی۔ سید حسن اُخری سیّد محمد عظیم برخیا لکھ کر خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور قلندر بابا صاحب نے لفظ سیّد پر دائرہ بنا دیا اور فرمایا نام کے ساتھ یہ نہ لکھا جائے۔ عرض کیا گیا کہ آپ نجیب الطرفین سید ہیں اس لئے درخواست ہے کہ سید لکھنے کی اجازت مرحمت فرما دی جائے۔ حضور بابا صاحب نے فرمایا کہ سید لکھنا اس شخص کو زیب دیتا ہے۔ جس کے اندر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ تو اوصاف موجود ہوں اور یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔ روتے روتے ٹوٹے پھوٹے الفاظ

میں ارشاد فرمایا کہ میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ اپنے نام کے ساتھ سید لکھوں۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں۔ خرق عادت یا کرامت کا ظہور کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ جب کسی بندہ کا شعوری نظام لاشعوری نظام سے خود اختیاری طور پر مغلوب ہو جاتا ہے تو اس سے ایسی باتیں سرزد ہونے لگتی ہیں جو عام طور سے نہیں ہوتیں اور لوگ انہیں کرامت کے نام سے یاد کرنے لگتے ہیں جو سب جانتی ہے۔ روحانی علوم اور روحانیت بالکل الگ ہے ——— اعمال و حرکات میں خرق عادت اور کرامت خود اپنے اختیارات سے بھی ظاہر کی جاتی ہے اور کبھی کبھی اختیاری طور پر بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ خرق عادت آدمی کے اندر ایک ایسا وصف ہے جو مشق کے ذریعے متحرک کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔ میں نے محبت کے ساتھ مخلوق کو تخلیق کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں۔

پہچاننے کے لئے ضروری تھا کہ مخلوق خالق سے اور ——— خالق کی صفات سے متعارف ہو۔ تعارف کے لئے ضروری ہے کہ درمیان میں ایک ذات ایسی ہو جو تعارف کا منشاء پورا کر سکے۔ تعارف کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ تعارف کرانے والا خود ذات کی پوری صفات کا عارف نہ ہو۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ ذات باری کی صفات کا واقف ایک ایسا نور پیدا ہو جو خالق کے اس منشاء کو جو مخلوق میں تعارف سے ہے پورا کر سکے۔ یہی نُورٌ عَلیٰ نُور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی سنت میں نہ تبدیلی واقع ہوتی ہے اور نہ تعطل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد یہ سلسلہ حضورؐ کی امت میں اولیاء اللہ کے ذریعے قائم ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ ایسے بندوں سے جب کوئی خرق عادت صادر ہوتی ہے تو کرامت کہلاتی ہے اور یہی خرق عادت جب پیغمبر کے ذریعے سامنے آتی ہے تو معجزہ کہلاتی ہے۔ چونکہ ان پاکیزہ ہستیوں کو حضور اکرمؐ سے خاص نسبت ہوتی ہے اس لئے ان کی ذات سے ایسے ایسے واقعات منظر عام پر آتے ہیں جن کی عقلی تشریح ممکن نہیں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث اور اللہ کے دوست حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی ذات بابرکات سے جو کرامات وقتاً" فوقتاً" صادر ہوتی رہی ہیں ان میں سے چند قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔

ایک لڑکی کو پیش کیا گیا جو پیدائشی طور پر گونگی اور بہری تھی جن لوگوں نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو قریب سے دیکھا ہے وہ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کے مزاج میں احتیاط بہت تھی اور وہ کرامات سے طبعاً" گریز فرماتے تھے۔ اس دن نہ معلوم کون سا وقت تھا کہ حضور باباجیؒ نے لڑکی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "تیرا نام کیا ہے؟"

دوسری دفعہ آپؒ نے پھر فرمایا۔ "تیرا نام کیا ہے؟" لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ تیسری بار انہیں جلال آگیا۔ سخت غصہ کے عالم میں مارنے کے سے انداز میں ہاتھ اٹھایا اور فرمایا۔ "بتا تیرا نام کیا ہے؟"

اور لڑکی نے بولنا شروع کر دیا۔ اس وقت اس لڑکی کا سن سولہ سترہ سال ہو گا۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی روحانی اولاد واجب الاحترام قبلہ خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک دوست تھے مظفر صاحب۔ یہ حضور بابا صاحبؒ کی حیات میں ہی بروک بانڈ کمپنی میں سیلز ڈائریکٹر تھے۔ حضور بابا صاحب ہر اتوار کی شام کو ان کے گھر تشریف لے جاتے اور بہت سارے لوگ جمع ہو کر

اپنے مسائل پیش کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مظفر صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دیں اور بہت سی نعمتیں عطا کریں۔ حضور بابا صاحبؒ کی انہوں نے بہت خدمت کی ہے۔ ایک روز پروگرام بنا کہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ اور حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے مزارات پر حاضری دی جائے۔ حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر جب سب لوگ اندر تشریف لے گئے اور فاتحہ پڑھی تو حضور بابا صاحب تیزی کے ساتھ مزار مبارک سے متصل مسجد میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے ایک گوشے میں بہ نفس نفیس وبہ تمام کمال جسمانی طور پر اللہ کے دوست حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ موجود تھے۔ حضور بابا صاحب قبلہؒ نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ ان سے مصافحہ کیا اور عرض کیا "شاہ صاحب! میرے ساتھ اور بھی لوگ ہیں۔ وہ ڈر جائیں گے۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی شاہ صاحب بجلی کے کوندے کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اور
حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

جس زمانے میں قبلہ قلندر بابا اولیاءؒ رسالہ نقاد کراچی میں کام کرتے تھے۔ میرا (خواجہ شمس الدین عظیمی) یہ معمول تھا کہ شام کو چھٹی کے وقت حاضر خدمت ہوتا اور حضور بابا صاحب قبلہ کو اپنے ساتھ لے کر نقاد کے دفتر سے کچھ دور رتن تالاب پر واقع اپنے جھونپڑے میں لے جاتا۔ وہاں ایک بہت خوبصورت نشست ہوتی تھی۔ غیر تعلیم یافتہ مگر بہت مخلص، تعلیم یافتہ اور سلجھے ہوئے دوست تشریف لاتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں دوپہر کو گھر آیا تو ایک صاحب جن کا نام زبیر احمد تھا مجھے ملے۔ انہوں نے بتایا کہ حضور بابا صاحب قبلہؒ اور دو اور بزرگ کمرے میں تشریف رکھتے ہیں اور اندر سے کنڈی لگی ہے۔ دروازے کے پاس میں نے بزرگوں کی سرگوشی سنی لیکن کوئی لفظ میرے کان میں نہیں پڑا تھا۔ سوچا بازار سے دودھ لے آؤں اور چائے بنا لوں۔ چولہا جلا کر پانی رکھا اور دودھ لینے چلا گیا۔ دودھ لے کر واپس آیا تو تینوں صاحبان تشریف لے جا چکے تھے۔ بہت افسوس ہوا بہرحال شام کو جب میں حضور بابا صاحبؒ کو لینے کے نقاد کے دفتر پہنچا تو میں نے پوچھا۔ "حضور دوپہر کے وقت آپ چلے آئے۔ میں چائے پیش کرنا چاہتا تھا اور آپ کے ساتھ وہ بزرگ حضرات کون تھے؟"

فرمایا۔ "بوعلی شاہ قلندرؒ اور خواجہ معین الدین چشتیؒ تشریف لائے تھے۔ کچھ قانون کے اوپر تبادلہ خیال کرنا تھا۔"

مجھے آج تک اس بات کا ملال ہے کہ میں نے دودھ لینے کے لئے زبیر صاحب کو کیوں نہیں بھیج دیا۔ کاش ایسا ہو جاتا اور اس خاکسار کو حضور خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اور بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ کی جسمانی زیارت ہو جاتی۔

حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پسماندگان میں چار — صلبی اولادیں چھوڑی ہیں جن میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

1 حضرت صاحبزادہ شمشاد احمد صاحب
2 حضرت صاحبزادہ رؤف احمد صاحب
3 حضرت بی بی سلیمہ خاتون صاحبہ
4 حضرت بی بی تسلیمہ خاتون صاحبہ

حضرت قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی اولاد کو بابا صاحب کے فیض کو عام کرنے کے لئے تین کتابیں بطور ورثہ منتقل ہوئی ہیں۔

1 علم و عرفان کا سمندر رباعیات قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ۔

2 اسرار و رموز کا خزانہ "لوح و قلم"

3 کشف و کرامات اور ماورائی علوم کی توجیہات پر مستند کتاب "تذکرہ تاج الدین بابا اولیاءؒ"

اس کے علاوہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنی روحانی اولاد کے لئے عالم لاہوت، ملکوت، جبروت، اور ارض و سماوات کی تخلیق اور تسخیر کائنات کے فارمولوں پر بہت سارے نقشے بنا کر دیئے ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی کتاب لوح و قلم سے ایک مضمون پیش خدمت ہے۔

لوحِ محفوظ قانون
تصرّف

تجلی تنزل کر کے نور بنتی ہے اور نور تنزل کر کے روشنی یا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی مظہر شئے ہے جو تجلی اور نور کی مظاہراتی شکل ہے۔ بہ الفاظ دیگر تجلی تنزل کر کے نور بنی اور نور تنزل کر کے شئے یا مظہر بنا۔ یہ مظہر تجلی اور نور سے تخلیق ہوا، پھر نور اور تجلی ہی میں فنا ہو گیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس ناموجود کو پھر موجود کر دے گا۔ عارف علم شئے میں ہی تصرف کرتا ہے جس کا اثر شئے پر براہ راست پڑتا ہے۔

تصرف کی تین قسمیں ہیں:

1 معجزہ

2 کرامت

3 استدراج

یہاں تینوں کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیر سایہ کسی آدمی میں خاص وجوہ کی بنا پر پرورش پا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بھی پیش آئی ہے۔

اس دور میں صاف ابن صیاد نام کا ایک لڑکا مدینے کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پا کر شیطان کے شاگردوں نے اسے اچک لیا اور اس کی چھٹی حس کو بیدار کر دیا۔ وہ چادر اوڑھ کر آنکھیں بند کر لیتا اور ملائکہ کی سرگرمیوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔ وہ سرگرمیاں عوام میں بیان کر دیتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شہرت سنی تو ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "آؤ ذرا ابن صیاد کو دیکھیں۔"

اس وقت وہ مدینے کے قریب ایک سرخ ٹیلے پر کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سوال کیا۔ "بتا! میں کون ہوں؟"

وہ رکا اور سوچنے لگا۔ پھر بولا۔ "آپ امیوں کے رسول ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "تیرا علم ناقص ہے، تو شک میں پڑ گیا۔ اچھا بتا! میرے دل میں کیا ہے؟"

اس نے کہا۔ "دخ ہے۔" (ایمان نہ لانے والا) یعنی آپ میرے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایمان نہ لاؤں گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "پھر تیرا علم محدود ہے۔ تو ترقی نہیں کر سکتا۔ تو اس بات کو بھی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا۔ "اے عمر! اگر یہ دجال ہے تو اس پر تم قابو نہیں پا سکو گے اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا قتل زائد ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔"

غیب کی دنیا میں لفظ اور معنی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر چیز شکل و صورت رکھتی ہے خواہ وہ وہم ہو، خیال ہو یا احساس۔ اگر کسی انسان کی چھٹی حس بیدار ہے تو اس کے ذہن میں غیب بینی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ عبرانی زبان میں نبی غیب بین کو کہتے ہیں اور رسول غیب کے قاصد کو۔ اس ہی وجہ سے ابن صیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ رسالت کو صحیح نہیں سمجھ سکا۔ اس نے جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کے قاصد ہیں اور اس کی غیب کی روشناسی اپنی ہی حد تک تھی یا ان اجنبی کی حد تک تھی جو اس کے دوست یا استاد تھے۔ وہ ملائکہ کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔ بس یہیں تک اس کے فن کی رسائی تھی۔ جب اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھنے کی کوشش کی تو معرفت الٰہی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کا رسول قرار دیا۔ اس کی غیب بینی صرف اس حد تک تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک امی قوم میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کے معجزات کا مظاہرہ امی قوم میں ہوا۔ اس فکر کے تحت اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امیوں کا رسول کہا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو استدراج کی حدود میں مقید دیکھا تو اس سے یہ سوال کیا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے جس کے جواب میں اس نے دخ کہا اور حضورؐ نے جب یہ دیکھا کہ ابن صیاد کو معرفت حاصل نہیں ہوگی تو آپؐ نے فرمایا کہ تو ترقی نہیں کر سکتا۔

چنانچہ ابن صیاد کی طرح کسی بھی صاحب استدراج کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم استدراج اور علم نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بینی تک محدود رہتا ہے اور علم نبوت انسان کو غیب بینی کی حدوں سے گزار کر اللہ تعالیٰ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔

علم نبوت کے زیر اثر جب کوئی خرقِ عادت نبی سے صادر ہوتی تھی اس کو معجزہ کہتے تھے اور جب کوئی خرقِ عادت ولی سے صادر ہوتی ہے تو اس کو کرامت کہتے ہیں لیکن یہ بھی علم نبوت کے زیر اثر ہوتی ہے۔ معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے۔ مستقل سے مراد یہ ہے کہ جب تک صاحب تصرف اس چیز کو خود نہ ہٹائے وہ نہیں ہٹے گی۔ لیکن استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہوتا ہے وہ مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے تاثرات بدلنے سے خود بہ خود ضائع ہو جاتا ہے۔ استدراج کے زیر اثر جو کچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے ہیں۔

تجلی کی جو روبہ تراز ورائے شعور ہے اس ہی سے تخلیق کی تمام اصلیں متصل ہیں۔ یہ اجزائے کائنات کے ہر ذرے میں محدود ترین مرکزیت کی آخری حد تک گشت کرتی ہے۔ اگر اس تجلی کو محدود ترین مرکز کائنات سے گزرتے وقت کوئی ناپسندیدہ امر پیش آ جائے تو اس کے اندر ایک طرح کی حالت جلال پیدا ہو جاتی ہے۔

استدراج کے اصول محدود ترین مرکز میں کوئی ناخوشگوار اثر پیدا کر دیتے ہیں۔ اس ناخوشگوار اثر کی وجہ سے تجلی جو خیر کی حقیقت ہے بیزار ہو جاتی ہے اور بیزاری کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی تخریبی اثر مرتب ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شخص محدود ترین مرکز کے خول میں کسی قسم کا تعفن یا کسی قسم کی کثافت پیدا کر لیتا ہے تو اس کی قوتیں تخریب اور شکست و ریخت پر قابو پا جاتی ہیں وہ صرف اس لئے کہ تجلی نے بے رخی اختیار کر لی ہے اور اس کی بے رخی سے خیر کی تاثیرات معطل ہو گئیں۔ محدود ترین مرکز کا خول انسانی جسم ہے۔ مثلاً سادھو اپنے محدود ترین مرکز کے خول یعنی جسم پر راکھ مل کر جلدی مسامات کو بالکل بند کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے جسم کی اندرونی روشنیاں جن کو زندگی کا قوام کہنا چاہئے، کثیف ہو کر رقیق بن جاتی ہیں۔ یہی تعفن کسی دوسرے جسم یا اجسام کے محدود ترین مرکزوں کی طرف بہنے لگتا ہے اور وہاں اپنی تاثیریں پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ جسم یا اجسام تخریبی سرگرمیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ہر مذہب میں عبادت کے لئے غسل یا وضو کا اہتمام کیا جاتا ہے حالانکہ عبادت کا

تعلق صرف ذہن سے ہے جسم سے نہیں۔ غسل اور وضو کا منشا طبیعت کو شگفتہ کر کے انہماک پیدا کرنا ہے۔

قانون: یہاں یہ سمجھنا پڑے گا کہ ہمارے اشغال و اعمال جو جسمانی اعضا کے ذریعے صادر ہوتے ہیں کہاں تخلیق پاتے ہیں اور ان کی تخلیق کس طرح ہوتی ہے۔ اب ذرا ماہیت کی طرف رجوع کیجئے۔ یہ ماہیت شخص اکبر کا خاصہ ہے اور شخص اکبر تمام مخلوقات کی مختلف انواع کا مجموعہ ہے جن میں سے ہم کتنی ہی انواع و مخلوقات کو جانتے ہیں۔ شیر' گھوڑا' شاہین' ستارے' چاند' سورج' زمین' آسمان' جن' فرشتے' انسان' ہوا' پانی' چاندی' سونا' جواہرات' کنکر پتھر' پہاڑ' سمندر' سبزہ اور حشرات الارض ان میں سے ہر ایک' ایک نوع یا مخلوق ہے۔ ان کی نوع یا نوعیت ہی ان کی ماہیت ہے۔ اس ماہیت کا وقوع ہمیشہ ایک ہی طرز پر ہوتا ہے۔ جیسے شیر ایک شکل و صورت اور ایک خاص طبیعت رکھتا ہے' اس کی آواز بھی مخصوص ہے۔ یہ چیزیں اس کی پوری نوع پر مشتمل ہیں۔ بالکل اسی طرح انسان بھی خاص شکل و صورت' خاص عادتیں اور خاص صلاحیتیں رکھتا ہے لیکن یہ دونوں نوعیں اپنی ماہیتوں میں ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ البتہ اصل ماہیت دونوں کی ایک ہے اور دونوں میں یکساں جسمانی تقاضے پیار اور رنج و غضب پایا جاتا ہے۔ یہ اشتراک نوع کی ماہیت میں نہیں بلکہ اصل ماہیت میں ہے۔ یہ اصل ماہیت زندگی کا وہ مرکز ہے جہاں زندگی کی انتہاؤں میں چھوٹے سے چھوٹے کیڑے کی زندگی اور چاند سورج کی زندگی مجتمع ہو جاتی ہے۔ اس قانون سے ہمیں روح کے دو حصوں کی معلومات حاصل ہوتی ہیں —— ایک ہر نوع کی جداگانہ ماہیت' دوسرے تمام انواع کی واحد ماہیت۔ یہی واحد ماہیت روح اعظم اور شخص اکبر ہے' اور ہر نوع کی جداگانہ ماہیت شخص اصغر ہے اور اس ہی شخص اصغر کے مظاہر افراد کہلاتے ہیں مثلاً تمام انسان شخص اصغر کی حدود میں ایک ہی ماہیت ہیں۔

اول ہر نوع کے افراد شخص اصغر کی حدود میں یعنی اصغر ماہیت کے دائرے میں ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ دوئم ہر فرد تمام انواع کے افراد سے شخص اکبر کی حدود یعنی اکبر ماہیت کے دائرے میں متعارف ہے۔ ایک شیر دوسرے شیر کو بحیثیت شیر کے شخص اصغر کی صلاحیت سے شناخت کرتا ہے مگر یہی شیر کسی آدمی کو یا دریا کے پانی کو یا اپنے رہنے کی زمین کو یا سردی گرمی کو شخص اکبر کی صلاحیت سے شناخت کرتا ہے۔ اصغر ماہیت کی صلاحیت ایک شیر کو دوسرے شیر کے قریب لے آتی ہے۔ لیکن ایک شیر کو جب پیاس لگتی ہے اور وہ پانی کی طرف مائل ہوتا ہے تو اس کی طبیعت میں یہ تحریک اکبر ماہیت کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ صرف اکبر ماہیت کی بدولت یعنی شخص اکبر کی وجہ سے یہ بات سمجھتا ہے کہ پانی پینے سے پیاس رفع ہو جاتی ہے۔

کشش کا قانون

چنانچہ ذی روح یا غیر ذی روح ہر فرد کے اندر اکبر صلاحیت ہی اجتماعی زندگی کی فہم رکھتی ہے۔ ایک بکری سورج کی حرارت کو اس لئے محسوس کرتی ہے کہ وہ اور سورج شخص اکبر کی حدود میں ایک دوسرے سے الحاق رکھتے ہیں۔ اگر کوئی انسان شخص اکبر کی حدود میں فہم و فراست نہ رکھتا ہو تو وہ کسی دوسری نوع کے افراد کو نہیں پہچان سکتا اور نہ اس کا مصرف جان سکتا ہے۔ جب آدمی کی آنکھ ستارہ کو ایک مرتبہ دیکھ لیتی ہے تو اس کا حافظہ ستاروں کی نوع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔ حافظہ کو یہ صلاحیت شخص اکبر سے حاصل ہوتی ہے لیکن جب کوئی انسان اپنی نوع کے کسی انسان کو دیکھتا ہے تو اس کی طرف ایک کشش محسوس کرتا ہے۔ یہ کشش شخص اصغر کا خاصہ ہے۔ یہاں سے اصغر ماہیت اور اکبر ماہیت کی تخصیص ہو جاتی ہے۔ اکبر ماہیت کشش بعید کا نام ہے اور اصغر ماہیت کشش قریب کا۔

تجلی کی رو تمام انواع کی مخلوقات میں کشش بعید کا باہمی تعلق پیدا کرتی ہے۔ یہی تجلی جب تنزل کر کے نور کی شکل اختیار کرتی ہے تو کشش قریب بن جاتی ہے۔ تیسرے درجہ میں جب یہ تجلی نور سے تنزل کر کے روشنی کی صورت اختیار کرتی ہے تو ایک ہی نوع کے دو افراد کے درمیان باہمی کشش کو حرکت میں لاتی ہے۔

روحانی دنیا میں غیر ارادی حرکت کا نام کشش اور ارادی حرکت کا نام عمل ہے۔ غیر ارادی تمام حرکات شخص اکبر کے ارادے سے واقع ہوتی ہیں۔ لیکن فرد کی تمام حرکات فرد کے اپنے ارادے سے عمل میں آتی ہیں۔ جہاں تک نہر تسوید' تجرید' اور تشہید کے اوصاف ذات انسانی میں حرکت کرتے ہیں وہاں تک اس کا مقام اجتماعی اور شخص اکبر کا مقام ہے۔ البتہ جہاں سے نہر تظہیر کا وصف حرکت میں آتا ہے وہاں سے ذات انسانی کا مقام انفرادی ہے۔

نہر تسوید' نہر تجرید اور نہر تشہید کی حدود حرکت میں جب کوئی خرق عادت پیش آتی ہے تو کرامت کہلاتی ہے۔ جب نہر تظہیر کی حدود حرکت میں کوئی خرق عادت پیش آتی ہے تو استدراج ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ نور السموت والارض اس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ تمام موجودات ایک ہی اصل سے تخلیق ہوتی ہیں خواہ وہ موجودات بلندی کی ہوں یا پستی کی۔ ہم ساخت کی ترتیب کی حسب ذیل مثال سے واضح کر سکتے ہیں۔

شیشے کا ایک گلوب ہے۔ اس گلوب کے اندر دوسرا گلوب ہے اس دوسرے گلوب کے اندر ایک تیسرا گلوب ہے۔ اس تیسرے گلوب میں حرکت کا مظاہرہ ہوتا ہے اور یہ حرکت شکل و صورت' جسم و مادیت کے ذریعے ظہور میں آتی ہے۔ پہلا گلوب تصوف کی زبان میں نہر تسوید یا تجلی کہلاتا ہے۔ یہ تجلی موجودات کے ہر ذرہ سے لمحہ بہ لمحہ گزرتی رہتی ہے تاکہ اس کی اصل سیراب ہوتی رہے۔ دوسرا گلوب نہر تجرید یا نور کہلاتا ہے۔ یہ بھی تجلی کی طرح لمحہ بہ لمحہ کائنات کے ہر ذرہ سے گزرتا رہتا ہے۔ تیسرا گلوب نہر تشہید یا روشنی کا ہے۔ اس کا کردار زندگی کو برقرار رکھتا ہے۔ چوتھا گلوب نسمہ کا ہے جو گیسوں کا مجموعہ ہے۔ اس ہی نسمہ کے ہجوم سے مادی شکل و صورت اور مظاہرات بنتے ہیں۔

انجیل کے اندر اس ہی چیز کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

انجیل۔ اعمال' باب نمبر 17' آیت 24 تا 28

نمبر 1 آیت نمبر 24

جس خدا نے دنیا اور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیا وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔

اس آیت میں نہر تسوید اور نہر تجرید کا بیان ہے۔ اول اللہ تعالیٰ کی قوت خالقیت پوری کائنات کے ذرہ ذرہ پر مسلط ہے۔ اس ہی قوت کے تسلط کو روحانیت کی زبان میں نہر تجرید یا نور کہتے ہیں (دنیا اور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیا ـــــ نہر تسوید' آسمانوں اور زمین کا مالک ہو کر ـــــ نہر تجرید)

نمبر 2 آیت نمبر 25

نہ کسی چیز کا محتاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھوں سے خدمت لیتا ہے کیونکہ وہ تو خود ہی سب کو زندگی' سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔

(زندگی نہر تشہید' سب کچھ نہر تظہیر یا نسمہ)

نمبر 3 نہر تشہید یا روشنی جسے انجیل کی زبان میں زندگی کہا گیا ہے' اس کی عطا کا سلسلہ ازل سے ابد تک جاری ہے۔

نمبر 4 تظہیر کی رو جس کا دوسرا نام نسمہ ہے کائنات کے مادی اجسام کو محفوظ اور متحرک رکھتی ہیں۔

اب ہم نسمہ کی صلاحیتوں کا تذکرہ کریں گے۔ اس تذکرہ کے بعض حصے استدراج کے خصوصی بیانات ہیں۔ قرآن پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہیں **الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیء محیط** (آیت 54 سورہ حم السجدہ' پارہ 25)

اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی اور اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی چیز کا باہر ہونا ناممکن ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ریکارڈ علم کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور ایک ریکارڈ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت قدیم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرح ہمیشہ اور ہمیشہ قائم رہے گی۔ چنانچہ یہ دونوں ریکارڈ اللہ تعالیٰ کی صفت علم اور صفت حکم میں موجود ہیں۔ صفت علم کو "علم القلم" اور صفت حکم کو "لوح محفوظ" کہتے ہیں۔ ان دونوں ریکارڈوں کی موجودگی ایسی غیب کی دنیا کا پتہ دیتی ہے جس سے ہماری دنیا کی ابتدا ہوتی ہے۔ لوح محفوظ کے تمام احکامات بصورت تمثل عالم غیب میں موجود ہیں' اور یہ احکامات علم الٰہی کے مطابق تفصیل کے ساتھ عالم ناسوت یعنی اس مادی دنیا میں نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے' میں نے ہر چیز کو دو رخوں پر پیدا کیا ہے۔ اس نزول کا ایک رخ عمل کرانے والے یعنی فرشتے ہیں اور دوسرا رخ عمل کرنے والی عالم ناسوت کی مخلوق ہے۔

نسموں کی حدود چار عالموں سے موسوم ہیں۔

نہر تسوید کی حدود عالم لاہوت'

نہر تجرید کی حدود عالم جبروت'

نہر تشہید کی حدود عالم ملکوت اور

نہر تظہیر کی حدود عالم ناسوت ہے۔

عالم لاہوت وہ دائرہ ہے جس کے اندر علم الٰہی بصورت غیب مستحکن ہے۔ اس دائرہ

تجلی میں ایسے لاشمار دائرے ہیں جو خفیف ترین نقطہ سے دائرہ کی شکل میں توسیع اختیار کر کے پوری کائنات کو محیط ہوتے رہتے ہیں۔ تجلی کا ہر نقطہ جب دائرہ بنتا ہے تو پہلے ہر نقطہ کے دائرے سے بڑا ہوتا ہے۔ تجلی کے یہ لاشمار دائرے کائنات کی تمام اصلوں کی اصل ہیں۔ ہم اس غیب کا نام برتر از ورائے شعور (غیب الغیب) رکھ سکتے ہیں۔ لاشعور کی اصل تجلی کے ان ہی دائروں سے انواع کائنات کی اصلیں بنتی ہیں۔ اگر ساری موجودات کی صلاحیتیں جمع کی جائیں اور ہم ان صلاحیتوں کی ماہیت کو تلاش کرنا چاہیں تو اس تلاش کی انتہا پر تجلی کے دائرے پائیں گے۔ لیکن ان دائروں کو صرف روح کی نگاہ دیکھ سکتی ہے جو تخلیق کی اصل ہے۔

جب یہ تجلی اپنی حد سے نزول کرتی ہے تو انواع کائنات کی ماہیت (تصور) بن جاتی ہے۔ ہم اس کو عام الفاظ لاشعور (غیب) کہہ سکتے ہیں۔ تصوف میں ایسی ماہیت کی حدود کا نام نہر تجرید ہے۔ جب یہ نہر اپنی حدوں سے نزول کرتی ہے تو شعور بن جاتی ہے۔ اس ہی دائرہ شعور کا نام نہر تشہید ہے۔ جب نہر تشہید اپنی حدوں سے نزول کرتی ہے تو عالم محسوس کی حدوں میں داخل ہو جاتی ہے جس کو عالم ناسوت یا مادی دنیا بھی کہتے ہیں۔ یہی دنیا حرکت کا ظہور ہے۔ اس ہی کو تصوف کی زبان میں مظہر کہتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں—— علم حضوری اور علم حصولی۔

علم حضوری کی دو قسمیں ہیں—— غیب الغیب اور غیب (علم قلم اور علم لوح)

علم حصولی کی بھی دو قسمیں ہیں—— علم شعور اور علم احساس۔

علم حضوری کائنات کے صفاتی احساس کا مجموعہ ہے۔ علم حضوری روح کی بیداری سے میسر آتا ہے۔

علم حصولی اگرچہ محض روح کی تحریکات کا نتیجہ ہے لیکن اس کا اظہار جسم کے ذریعے ہوتا ہے۔

حضور باباصاحبؒ کی زیر سرپرستی روحانی ڈائجسٹ کا پہلا جریدہ یکم دسمبر 1978ء کو منظرِ عام پر جلوہ گر ہوا۔ روحانی ڈائجسٹ کے بیشتر ٹائیٹل جزوی تبدیلی کے ساتھ ان ہی نقشوں کی عکاسی کرتے ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کو ہم بجا طور پر فخر کے ساتھ حضور قلندر بابا اولیاءؒ رحمتہ اللہ علیہ کی چوتھی کتاب فیض خاص و عام جاریہ کہنے میں حق بجانب ہیں دورِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنے میں اور حضور باباصاحبؒ کے مشن کو جاری رکھنے میں روحانی ڈائجسٹ نے برصغیر پاک و ہند اور ایشیاء یورپ میں جو کردار ادا کیا ہے جو خدمات انجام دی ہیں۔ بابا حضور قبلہؒ کے مشن کو پوری دنیا میں متعارف کرا کر عملی تعلیم سے مخلوق خدا کو آراستہ کیا ہے وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے اور انشاء اللہ تاقیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔

اسی سلسلے میں واجب الاحترام خواجہ مرشد کریم حضرت شمس الدین عظیمی صاحب نے تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ کے انتساب میں تحریر فرمایا ہے۔

"اس نوجوان نسل کے نام جو ابدال حق قلندر بابا اولیاء کی نسبت فیضان سے نوع انسانی کو سکون و راحت سے آشنا کرکے اس کے اوپر سے خوف اور غم کے دبیز سائے ختم کردے گی اور پھر انسان اپنا ازلی شرف حاصل کرکے جنت میں داخل ہو جائے گا" اسی طرح محترم خواجہ صاحب قبلہ کتاب ٹیلی پیتھی سیکھئے کے انتساب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"ان شاداب دل دوستوں کے نام جو مخلوق کی خدمت کے ذریعے انسانیت کی معراج حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ان سائنس دانوں کے نام جو سن دو ہزار چھ عیسوی (2006ء) کے بعد زمین کی مانگ میں سندور بھریں گے۔

یہ حیرت انگیز دلچسپ اور لطف اندوز۔۔۔ پیشگوئیاں صاحب یقین اور صاحب فکر لوگوں کے لئے خوش آئند بشارتیں حیرت اور لطف سے خالی نہیں محترم قبلہ خواجہ صاحب روحانی نماز کے انتساب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"ان خواتین کے نام جو بیسویں صدی کی آخری دھائی ختم ہونے سے پہلے پوری دنیا کے اقتدار اعلیٰ پر فائز ہو کر نور اول' باعث تخلیق کائنات' محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی پیش رفت میں انقلاب برپا کردیں گی۔"

ایسے انقلاب کی توجیہات اور اسباب و سائل کی پیش بندی سے بھی آگے اقدامات ہوچکے ہیں۔ "قارئین روحانی ڈائجسٹ" ان سے اچھی طرح واقف اور پر امید ہیں۔

اس مشینی دور کے انسان کی مادی ترقی اور روحانی یا باطنی تنزل کا حال عجیب فکر انگیز ہے۔ سرِفلک' پابہ گِل سر پر غرور آسمان کی بلندی سے بلند تر اور پائے ناموس ہلاکت وعدم تحفظ کی دلدل میں دھنسا ہوا۔ ان حوصلہ شکن اور ایمان سوز حالات میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا وجود پاک انسانی ہمدردی اور مشفقانہ رشد و ہدایت کے سرچشمہ کی حیثیت سے قدرت کا گراں قدر اور تشکر و احسان مندی کا متقضی خزانہ تھا۔ مگر افسوس ہماری اس بے حسی اور حق گریزی پر کہ ہم اس ذات گرامی کی نورانی ہدایت اور رہنمائی سے اپنے تاریک دلوں کو منور نہ کرسکے۔ اب جو کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ جسمانی طور پر ہم میں موجود نہیں۔ ہمارے لئے آپ کی تعلیمات اور ارشادات ہی ایسے ذرائع باقی رہ جاتے ہیں جن سے ہم بقدرِ ذوق و عقیدت استفادہ کرسکتے ہیں۔ اگر تلاش حقیقت کی لگن خلوص و نیاز مندی کے ساتھ جاری رہ سکے تو یہ روحانی ذرائع اب بھی رشد و ہدایت کے اس خلاء کو کسی حد تک پر کرسکتے ہیں۔ ان ذرائع میں کتاب "لوح و قلم" کو روشن ترین مینارہ نور کی حیثیت حاصل ہے۔ وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے کہ اس نسخہ رشد ہدایت کا بااحترام اور دل جمعی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور اس کے مندرجات کو حرز جاں بنا لیا جائے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ عالم روحانیت کے اسرارو رموز کے کتنے روشن دریچے کھل کر آپ کے

قلب و روح کو لطافت و تازگی بخشتے ہیں اس جہان سود و زیاں سے گزار کر کسی حسین انداز میں آپ کو کیفیات و احساسات کی اس فضا میں پہنچا دیتے ہیں جہاں نور ہی نور ہے اور جہاں مظاہر قدرت کا عین الیقین کے ساتھ مشاہدہ "نظارہ و دامن دل می کشد کہ جا اینجا است" کے مصداق آپ کو حیات سرمدی سے ہم کنار کردے گا۔

دیو مالائی کہانیوں کا ماورائی کردار چراغ علاؤ الدین یا الہ دین کا جن آج ریموٹ کنٹرول (REMOTE CONTROL) کی شکل میں الیکٹرانکس (ELETRANICS) کی مصنوعات ہیں بازار میں دستیاب ہیں۔ سائنسی علوم اور ان کے زیر اثر مادی ترقی نے جو نئی راہ عمل کھول دی ہے۔ وہ محض مادی علوم اور مادی ترقی کی راہ ہے۔

اسلام ایک مکمل اور جامع نظام حیات ہونے کے بنا پر نہ تو مادی علوم کے لئے سد راہ ہے اور نہ مادی ترقی و فروغ کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام دنیاوی فروغ اور خوش حالی کو تکمیل حیات کا ذریعہ قرار دیتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ اس کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ مسلمان اس قدر مخلص پیروکار ہونے کا دعویدار ہو کر محض دنیاوی آسائش و آرائش کا دلدادہ ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس کی زندگی کا معتد بہ حصہ باطنی اصلاح و فروغ پر بھی مشتمل ہونا ضروری ہے۔ ان ہی ارشادات کو بابا صاحب حقیقی مقصد حیات اور اسی کی بنیاد پر کامرانی جاوداں انحصار بتاتے ہیں۔

کراچی ملک کا سب سے بڑا اور پر شکوہ شہر ہے۔ بیشمار خوبیاں ہیں جو اس شہر کو دیگر شہروں سے ممتاز کرتی ہیں اور اہل وطن کی زبان میں اسے "عروس البلاد" کہا جاتا ہے۔ لیکن فی الحقیقت اس شہر نگاراں کے لئے فضیلت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوۃ السلام کے علوم و اسرار کے وارث اللہ کے دوست' بانی سلسلہ عظیمیہ' ابدال حق' حامل علم لدنی حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے اسی شہر کو اپنے قیام اور پھر اپنے خاکی جسم کی آخری آرام گاہ کے لئے منتخب کیا جیسے لاہور کا طرہ افتخار داتا کی نگری ہے۔ اسی طرح کراچی کا سرمایہ ناز حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا شہر ہوتا ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کا آستانہ مبارک جو شادمان ٹاؤن میں خانقاہ عظیمیہ کے نام سے موسوم ہے' عوام کے لئے موجب برکت و سعادت ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہی وہ مقدس بارگاہ ہے جہاں مظلوم کی دادرسی اور ظالم کی پرسش ہوتی ہے۔ یہاں دوستی کو اخلاص کا گوہر ملتا ہے اور دشمنی کا لبادہ چاک ہو جاتا ہے۔ خستہ حال غنی بنتے ہیں اور دولت کے بوجھ تلے دبے ہوئے دل سکون کی وسعتوں سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ اپنے بندے کی دوستی کے طفیل اللہ تعالی دعائیں قبول کرتے ہیں۔ دعائیں مقبول اور ہر حاضری دینے والا پیکر مہر و محبت اور مجسمہ خلوص و ایثار بن کر لوٹتا ہے۔ یہ وہ پاکیزہ دربار ہے جہاں وہ پہنچ کر تمام منفی جذبات دم توڑ دیتے ہیں اور انسان رحم و کرم کی بارش میں دھل کر شفاف ہو جاتے ہیں۔

سلسلہ عظیمیہ کے اغراض و مقاصد

1 صراط مستقیم پر گامزن ہو کر دین کی خدمت کرنا۔
2 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر صدق دل سے عمل کرکے روحانی مشن کو فروغ دینا۔
3 مخلوق خدا کی خدمت کرنا۔
4 علم دین کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانی او سائنسی علوم حاصل کرنے کی ترغیب دینا۔
5 لوگوں کے اندر ایسی طرز فکر پیدا کرنا جس کے ذریعہ وہ روح اور اپنے اندر روحانی صلاحیتوں سے باخبر ہو جائیں۔
6 تمام نوع انسانی کو اپنی برادری سمجھنا۔ بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص کے ساتھ خوش

اخلاق سے پیش آنا اور حتی المقدور ان کے ساتھ ہمدردی کرنا۔

قواعد و ضوابط

سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے تمام دوستوں کو حسب ذیل احکامات پر پابند رہنا ضروری ہے:

1 ہر حال اور ہر قال میں اپنا روحانی تشخص برقرار رکھیں۔

2 چھوٹے اور بڑے کا امتیاز کئے بغیر سلام میں پہل کریں۔

3 اللہ کی مخلوق کو دوست رکھیں۔

4 سلسلہ میں رہ کر آپس میں اختلاف سے گریز کریں۔

5 اپنے روحانی استاد (شیخ) کی ہربات پر بلا چون چرا عمل کریں۔

6 کسی بھی سلسلے کے مقابلے میں اپنے سلسلے کو برتر ثابت نہ کریں اس لئے کہ تمام سلسلے اللہ تک جاتے ہیں۔

7 سلسلہ میں جو شخص گند پھیلانے یا منافقت کا سبب بنے اسے سلسلے سے خارج کر دینا چاہئے۔

8 ذکر و فکر کی جو تعلیم اور ہدایات دی جائیں ان پر پابندی سے عمل کریں۔ مراقبہ میں کوتاہی نہ کریں۔

9 قرآن پاک کی تلاوت کریں' معنی اور مفہوم پر غور کریں۔

10 صلوٰۃ (نماز) میں اللہ تعالے کے ساتھ ربط قائم کریں۔

11 کسی دوسرے سلسلے کے طالب علم یا سالک کو سلسلہ عالیہ عظیمیہ میں طالب کی حیثیت سے قبول کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ پیرو مرشد وصال فرما چکے ہوں۔

12 جو شخص پہلے سے کسی سلسلے میں بیعت ہو اسے سلسلہ عالیہ عظیمیہ میں بیعت نہ کریں۔ یہ قانون ہے کہ ایک شخص دو جگہ بیعت نہیں ہو سکتا۔

13 سلسلہ عالیہ عظیمیہ سے بیعت حاصل کر لینے کے بعد نہ تو بیعت توڑی جا سکتی ہے او نہ ہی کوئی فرد اپنی مرضی سے فرار حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے بیعت کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں جو شخص سلسلہ میں داخل ہونا چاہتا ہے اس سے کہا جائے کہ پہلے خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لی جائے کہ ہم اس لائق ہیں بھی یا نہیں۔

14 سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ وہ کسی کو اپنا مرید نہ کہیں۔ "دوست" کے لقب سے یاد کریں۔

15 سلسلے کا کوئی صاحب مجاز مجلس میں گدی نشین ہو کر نہ بیٹھے نشست و برخاست عوام کی طرح ہو۔

16 نوع انسان میں مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے سب آپس میں آدم کے ناطے خالق کائنات کے تخلیقی راز و نیاز ہیں' آپس میں بھائی بہن ہیں۔ نہ کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا۔ بڑائی صرف اس کو زیب دیتی ہے جو اپنے اندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اللہ کی صفات کے سمندر کا عرفان رکھتا ہو' جس کے اندر اللہ کے اوصاف کا عکس ہو' جو اللہ کی مخلوق کے کام آئے۔ کسی کو اس کی ذات سے تکلیف نہ پہنچے۔

17 شک کو دل میں جگہ نہ دیں۔ جس فرد کے دل میں شک جاگزیں ہو' وہ عارف کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے شک شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ آدم زاد کو اپنی روح سے دور کر دیتا ہے۔

18 مصور ایک تصویر بناتا ہے۔ پہلے وہ خود اس تصویر کے نقش و نگار سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ مصور اپنی بنائی ہوئی تصویر سے اگر خود مطمئن نہ ہو تو دوسرے کیوں کر متاثر ہوں گے۔ نہ صرف یہ کہ دوسرے لوگ متاثر نہیں ہوں گے بلکہ تصویر کے خدوخال مذاق کا ہدف بن جائیں گے اور اس طرح خود مصور بے چینی' اضطراب و اضمحلال کے عالم میں چلا جائے گا۔ ایسے کام کریں کہ آپ خود سے خود مطمئن ہوں۔ آپ کا ضمیر مردہ نہ ہو

جائے اور یہی وہ راز ہے جس کے ذریعہ آپ کی ذات دوسروں کے لئے راہ نمائی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

19 ہر شخص کو چاہیے کہ کاروبار حیات میں مذہبی قدروں' اخلاق اور معاشرتی قوانین کا احترام کرتے ہوئے پوری پوری جدوجہد اور کوشش کرے لیکن نتیجہ پر نظر نہ رکھے۔ نتیجہ اللہ کے اوپر چھوڑ دے اس لئے کہ آدمی حالات کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ حالات جس طرح چابی بھر دیتے ہیں آدمی اسی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ بے شک اللہ قادر مطلق ہے اور ہر چیز پر محیط ہے۔ حالات پر اس کی گرفت ہے وہ جس طرح چاہے حالات میں تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ معاش کے حصول میں معاشرتی اخلاق اور مذہبی قدروں کا پورا پورا احترام کرنا ہر شخص کے اوپر فرض ہے۔

20 تم اگر کسی کی دل آزاری کا سبب بن جاؤ تو اس سے معافی مانگ لو' قطع نظر اس کے کہ وہ تم سے چھوٹا ہے یا بڑا۔ اس لئے کہ جھکنے میں عظمت پوشیدہ ہے۔

21 تمہیں کسی کی ذات سے تکلیف پہنچ جائے تو اسے بلا توقف معاف کر دو۔ اس لئے کہ انتقام بجائے خود ایک صعوبت ہے۔ انتقام کا جذبہ اعصاب کو مضمحل کر دیتا ہے۔

22 غصہ کی آگ پہلے غصہ کرنیوالے کے خون میں ارتعاش پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے اعصاب متاثر ہو کر اپنی انرجی (ENERGY) ضائع کر دیتے ہیں۔

یاد رکھئے —— شمع پہلے خود جلتی ہے اور جب وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ آگ کی نذر کر کے خود کو فنا کر دیتی ہے تو اس ایثار پر پروانے شمع پر جان نثار ہو جاتے ہیں۔

سلسلہ عظیمیہ تمام نوع انسانی کو'

"متحد ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔" کے پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

اسباق سلسلہ عظیمیہ

1 روزانہ رات سونے سے پہلے تازہ وضو کر کے تخت یا مصلی پر بیٹھ کر گیارہ مرتبہ استغفار

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ ○

2 گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید: سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

3 سوبار درود خضری۔ صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ محمد و سلم ○

4 سوبار یاحی یاقیوم کا ورد کریں۔

5 کم سے کم دس سے پندرہ منٹ تک "تصور شیخ" یعنی اپنے پیرو مرشد کا تصور کریں۔

6 چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے' وضو بغیر وضو' پاکی و ناپاکی' ہر حال میں یاحی یاقیوم کا ورد کثرت سے کریں۔

7 انگریزی مہینے کی 27ویں تاریخ کو ہر ماہ فاتحہ خوانی کے بعد 'حضور قلندر بابا اولیا' رحمتہ اللہ علیہ کی روح کو ایصال ثواب کریں اور حسب استطاعت کھانا تقسیم کریں۔

8 فارغ اوقات میں سلسلہ کی تمام کتابوں خصوصاً قلندر شعور' روحانی نماز' آواز دوست' تجلیات' تذکرہ قلندر بابا اولیا' لوح و قلم' روحانی ڈائجسٹ اور رسالہ قلندر شعور کا مطالعہ کریں۔

9 ہر ماہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے مرکز "مرکزی مراقبہ ہال" یا نزدیکی مراقبہ ہال میں تشریف لے جائیں۔

10 بغیر کسی صلہ و ستائش کے' اللہ کی مخلوق کی خدمت کریں۔

11 غصہ نہ کریں۔ کسی کو اپنے سے کمتر نہ سمجھیں۔ ہر شخص کی عزت کریں۔

12 رات کو سونے سے پہلے بستر میں لیٹ کر پورے دن میں کئے ہوئے اعمال کا محاسبہ کریں۔

نوٹ: خواتین ناغہ کے دنوں میں مراقبہ کر سکتی ہیں۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ تعالیٰ

پاکستان کے ممتاز روحانی اسکالر اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے خانوادہ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی 17 اکتوبر 1927ء بروز پیر بمقام قصبہ پیرزادگان ضلع سہارنپور (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی انیس احمد انصاریؒ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام امت الرحمٰن تھا۔ آپ بڑی نیک اور زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ کا حسب نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ جن کے متعلق پیر کرم شاہ الازہریؒ تفسیر القرآن میں بیان فرماتے کہ

"جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا اسی طرح یمن اور حضرموتؓ کے فرماں روا کا لقب تبع تھا۔ یہ علاقہ اس وقت آبپاشی کے ترقی یافتہ نظام کے باعث بڑا زرخیز اور آباد تھا۔ یہاں کے لوگ متمول اور خوش حال تھے یہاں کے سلاطین کے خزانے بھرے ہوئے تھے' ان کی شوکت اور سطوت کے باعث ان کے ہمعصر سلاطین اور ملوک میں ان کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب ان سے خائف رہا کرتے تھے۔"

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس خاندان میں سے ایک تبع مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اس کا نام ابوکرب بتایا جاتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھایا۔ جب اس کا گزر مدینہ طیبہ کے مقام سے ہوا تو اس کے لشکر کے علماء نے اسے اپنے علم کے زور پر بتایا کہ یہ نبی آخرالزماںؐ کی ہجرت گاہ ہے۔ اس فضا میں اسے ایسی کشش اور روحانی جاذبیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضورؐ کے نام ایک عرضداشت لکھی

جس میں اس نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ التجا بھی کی کہ میرا ایمان قبول ہو اور روز قیامت مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کیا جائے۔ علامہ قرطبیؒ اور دیگر علماء تفسیر نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے وہ خط تحریر کیا ہے جس میں تبع نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وَاِنْ لَمْ اُدْرِکْکَ فَاشْفَعْ لِیْ وَلَا تَنْسَنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاِنِّیْ مِنْ اُمَّتِکَ الْاَوَّلِیْنَ الخ۔

ترجمہ: "اگر میں اس حیات مستعار میں حضورؐ کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہو سکوں تو میری شفاعت فرمایئے اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کیجئے کیونکہ میں آپ کے ان امتیوں میں سے ہوں جو پہلے گزرے ہیں۔"

اس کے ہمراہ علماء بھی تھے۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ اقامت کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے ان کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کراوئے' ان کو زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور ان میں جو معزز ترین عالم تھا' اپنا مکتوب اس کے حوالے کیا اور اسے وصیت کی کہ اگر تجھے زیارت نصیب ہو تو میرا عریضہ پیش خدمت کرنا' ورنہ اپنی اولاد کو ہدایت کرتے جانا کہ جس کو یہ سعادت نصیب ہو میرا خط پیش کرے۔ تبع کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ جب رحمت العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جس گھر کے سامنے ناقہ مبارکہ بیٹھی وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا دولت کدہ تھا اور یہ اس عالم کی اولاد سے تھے جس کو یہ خط ملا تھا۔ انہوں نے وہ عریضہ پیش کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سنائیں۔ حضورؐ نے یہ خط سن کر اس کا ایمان قبول فرمایا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔

بچپن کے حالات

آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا معروف مذہبی سکالر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تھے۔ آپ کی والدہ بڑی پاک باز اور عابدہ خاتون تھیں جب آپ پیدا ہوئے اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی اور ان کے والد نے ان کی پیدائش سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ اندھیری رات ہے چاند ابھی نہیں نکلا۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا اور روشن ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا۔ انہوں نے اپنا دامن پھیلایا تو وہ ستارہ ان کی گود میں آگرا۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ ان کی اولاد میں کوئی اللہ والا بندہ پیدا ہو گا جس سے بہت سے لوگ مستفیض ہوں گے۔ آپ کے بزرگ صوبہ ہرات افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ مبارک انصاریؒ حضرت بو علی قلندرؒ کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں فرزند بھی تھے۔ حضرت بو علی قلندرؒ صاحب کو یہ دونوں صاحبزادے پسند آ گئے اور انہوں نے دونوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ کا تعلق انہی بزرگوں سے ہے۔

آپ کے پانچ بہن بھائی تھے۔ تقسیم ہند کے وقت آپ ریاست پٹیالہ میں رہتے تھے۔ بچپن میں اکثر حضرت عیسیٰ خواب میں ملا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

دوستوں کی خاطر مدارت کا انہیں بہت شوق ہے جو کچھ ملتا ساتھیوں کو کھلا دیا کرتے۔ کبھی ایسی صورت حال بھی ہو جاتی کہ ساتھی ملتے تو ان کی تواضع کو ان کے پاس کچھ نہ ہوتا۔ ایسے میں جب جھنجلاہٹ میں زمین پر ٹھوکر مارتے تو زمین سے سکے برآمد ہو جاتے۔ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی وجہ تو نہیں بتا سکتے کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوتا تھا۔ حالانکہ جوانی میں مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جینا پڑا۔ مگر زمین سے کچھ نہ ملا۔ انہوں نے رزق کی تلاش میں ہر طرح کی محنت مزدوری کی اور کئی کئی من وزنی بوریاں اپنی کمر پر اٹھائیں جس کے نشان آج بھی ان کی کمر پر ثبت ہیں۔ کوئی باقاعدہ تعلیم انہوں نے حاصل نہیں کی۔ یہ ان کے مرشد کریم حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کا کرم تھا کہ انہوں نے اپنا تمام روحانی ورثہ ان کو منتقل کر دیا۔

تقسیم پاکستان کے وقت

جب پاکستان بنا تو اس وقت آپ ریاست پٹیالہ میں تھے اور آپ بیان فرماتے ہیں:

"جس وقت پاکستان بنا تو ہم بڑی پریشانیوں اور تکلیفوں سے گزر کر پاکستان پہنچے تھے۔ تقسیم ہند کا اعلان ہوا، پٹیالہ میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے آگ کی ہولی کھیلی گئی اور مسلمانوں کی لاشیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔ میں سب سے پہلے لاہور آیا اور بعد میں صادق آباد چلا گیا۔ جب میں صادق آباد پہنچا تو کئی دن کا بھوکا تھا اور پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے۔ دل میں زندگی کے خلاف بغاوت ابھر آئی سوچا کہ ایسی زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے۔ موت کا ارادہ کر کے صادق آباد اسٹیشن پر پہنچا اور خودکشی کرنے کی نیت سے ریلوے لائن پر لیٹ گیا۔ گاڑی سر پر پہنچی تو غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے مجھے اٹھا کر لائن سے دور پھینک دیا۔ میں کئی گز دور تک لڑھکتا چلا گیا اور اپنی بے بسی پر زاروقطار روتا رہا۔ کہ مرنا بھی میرے اختیار میں نہیں۔

"میں اس معجزے کے بارے میں سوچنے لگا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے خودکشی کرنے سے کیوں بچایا ہے۔ خیر ہمت کر کے میں دوبارہ اسٹیشن پر پہنچا تو وہاں رشتہ کے ایک ماموں سے ملاقات ہو گئی۔ صادق آباد میں میرے والد کی دو مربع زمین بھی تھی۔ ماموں مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ نہانے دھونے کے بعد جب میں نے کھانا کھانے کی کوشش کی تو روٹی کا نوالہ گلے میں اٹک گیا۔ کیونکہ کئی دن کی بھوک پیاس کی وجہ سے گلا

خشک ہو چکا تھا۔ ماموں نے ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے بادام روغن گلے میں ڈالنے کو کہا۔ اس سے مجھے افاقہ تو ہو گیا مگر بھوک خوب کھل گئی۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کھانے کو جو ملتا کھا جاتا۔ پھر اسی ڈاکٹر کو دکھایا کہ کھانے کی حاجت زیادہ بڑھ گئی ہے تو اس نے میرا کھانا بند کر دیا اور نرم غذائیں تجویز کیں۔

کراچی آمد

"صادق آباد میں دل گھبرایا تو 1949ء کے آخر میں کراچی چلا گیا۔ ہم ناظم آباد کے علاقہ میں رہتے تھے۔ میرے گھر کے سارے افراد مذہبی تھے۔ میں اس معاملے میں کافی ست تھا۔ میرے بزرگ مجھے ہمیشہ ڈانٹتے کہ تم نماز قضا کر دیتے ہو۔ اس دوران مجھ سے ایک عجیب و غریب حرکت سرزد ہوئی۔ یہ میری باطنی کیفیت کے اظہار کا پہلا موقع تھا۔ ہوا یوں کہ مجھے باقاعدہ نماز نہ پڑھنے پر ڈانٹ پلائی۔ وہ خود نماز پڑھ کر آ رہے تھے۔ آتے ہی انہوں نے مجھے سخت سست کہنا شروع کر دیا۔"

باطنی نظر

آپ فرماتے ہیں کہ جب میری باطنی نظر کھل گئی تو اللہ تعالیٰ نے مرشد کریم کے صدقہ میں مجھ پر بڑا کرم کیا اور بہت روحانی فیض جاری ہو گیا۔

میرا ذہن شروع سے ہی مذہب میں خوف اور ڈر سے متعلق خیالات سے باغی تھا۔ میرا تو ایک ہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ محبت کرنی چاہیے۔ ہمارے ہاں مولوی حضرات بندے کو خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا تو ان کے خلوص میں کمی ہے اور عقیدت میں وہ جذبہ نہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے تو بندہ کیوں نہ کرے۔ میں اپنے اندر کھلنے والی باطنی آنکھ کے مقصد کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا کہ ان کیفیات کا وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کے لئے میں مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں تھا۔"

مرشد کامل کی تلاش

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ حافظ صاحبؒ کے بہت قریب تھے۔ حافظ صاحب خواجہ شمس الدین عظیمی کے دادا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے خلیفہ تھے اور ان کے روحانی ورثہ کو خواجہ صاحب تک پہنچانے پر مامور کئے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے خواجہ صاحب کو چند وظائف تعلیم کئے اور ان کے ورد کی تلقین فرمائی۔ خواجہ صاحب نے وظائف اور روحانی اسباق کا آغاز کیا۔ فرماتے ہیں۔ "ان دنوں میرے معاشی حالات نہایت ابتر تھے۔ میرے شریک کار نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں روحانی اسباق چھوڑ دوں۔ جب میں کسی طرح راضی نہ ہوا تو ایک حکیم صاحب کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں ان کو بزرگ مانتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک بات ہی کہا کرتے تھے کہ یہ سب کام بڑھاپے میں کئے جاتے ہیں۔ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ ادھر حالات اتنے خراب ہو گئے کہ روٹی کپڑا چلانا مشکل ہو گیا۔ میں نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور سبق پڑھنا ترک کر دیا۔"

"چشتیہ سلسلے کے اسباق چھوڑنے کے چھ ماہ بعد مجھے اطلاع ملی کہ حافظ صاحب وصال فرما گئے ہیں تو میرے دل و دماغ پر گہری چوٹ لگی۔ میں اسی کرب میں مبتلا تھا کہ

سہروردیہ سلسلے کے ایک بزرگ چودھری صاحب ؒ سے نیاز حاصل ہوا۔

ان کے توسط سے حضرت ابو الفیض قلندر علی سہروردیؒ سے بھی ملاقات ہوئی جو حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مرشد ہیں۔

قلندر بابا اولیاء سے ملاقات

آپ فرماتے ہیں کہ "ایک بار کسی دوست سے ملنے ڈان اخبار کراچی کے دفتر گیا تو وہاں حضرت قلندر بابا اولیاءؒ سے ملاقات ہو گئی۔ میں ان کے حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوا۔ حضرت قلندر بابا اولیاء ڈان میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز تھے۔

حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کا اصل نام سید محمد عظیم برخیا تھا۔ آپ سلسلہ عظیمیہ کے بانی ہیں۔ 1898ء میں قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر بھارت میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے۔ آپ درویش اور قلندر تھے۔ تفصیلی حالات تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ میں مذکور ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے بیعت ہونے سے پہلے ایک روز خواجہ صاحب میکلوڈ روڈ (کراچی) پر جا رہے تھے کہ انہیں آسمان سے آواز آئی۔ "حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو سوا لاکھ مرتبہ درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ اور پانچ قرآن پڑھ کر بخش دے۔"

پھر آواز آئی——

"پانچ قرآن حضرت اویس قرنی علیہ السلام اور پانچ قرآن حضرت خضر کو پڑھ کر ایصال ثواب کرو۔"

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے ہاتف غیبی کی اس آواز کی تعمیل میں عمل شروع کر دیا۔ اوقات یہ مقرر کئے۔ ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب تک کلمہ طیبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سے تہجد تک درود شریف۔

جب کلمہ طیبہ تین لاکھ مرتبہ پورا ہوا تو میرے اوپر غیب منکشف ہونے لگا اور دل میں وقفہ وقفہ سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وقت گزرتا رہا اور میں دیوانہ اپنے کام میں مشغول رہا۔

ایک روز بس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا دل بڑا ہوتے ہوتے بھینس کے دل جتنا ہو گیا۔ اور آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ اور کٹے ہوئے انار کی طرح اس میں قاشیں بن گئیں۔ ان قاشوں میں سے تیز اور روشن لہریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا جہاں تک یہ لہریں جا رہی ہیں مجھے گردونواح اور اطراف میں سب چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ میں نے یورپ کے بہت سے شہر، برفانی پہاڑ، کشمیر اور آسام کے پہاڑ اور زعفران کے کھیت دیکھے۔ جیسے ہی زعفران کے کھیتوں پر نظر پڑی، زعفران کی خوشبو پوری بس میں پھیل گئی۔ لوگ حیران ہو ہو کر آگے پیچھے دیکھے جا رہے تھے۔ دو ایک حضرات نے کہا کسی کے پاس زعفران ہو گا۔ یا کسی نے زعفران کا سینٹ لگا رکھا ہو گا۔ میں ان تمام باتوں کو سنتا رہا اور مشاہدات میں مگن رہا۔ میں نے پہلی مرتبہ دل کی ان شعاعوں میں فرشتوں کا مشاہدہ کیا۔ ناظم آباد میں جب بس سے اترا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بس سے میرے ساتھ حضرت حافظ صاحب بھی اترے اور میرے بائیں طرف خاموش چلنے لگے۔ انہیں دیکھ کر میں دہشت زدہ ہو گیا۔ حافظ صاحب نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود اوپر اٹھے اور میرے سر کے اوپر فضا میں چلنے لگے۔ میں گھر پہنچ کر بے سدھ لیٹ گیا۔ دنیا وما فیہا کی کوئی خبر نہیں رہی اور مجھے نیند آ گئی۔

اگلے روز صبح سہروردی سلسلے کا سبق پڑھ رہا تھا کہ میرے دادا، حضرت حافظ صاحبؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔

رات کو پھر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ دیکھا میرے منہ سے جیسے ہی درود شریف

پورا ہوتا ہے' ایک بہت ہی خوبصورت سنہرے تھال میں اسے رکھ لیا جاتا ہے اور اس کے اوپر بہت عمدہ خوان پوش ڈھک کر اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ میرے گھر سے مدینہ منورہ تک فرشتوں کی ایک جماعت کھڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی درود شریف ختم ہوتا ہے' وہ فرشتے میرے منہ کے سامنے گول تھال کر دیتے ہیں اور درود شریف تھال میں رکھا جاتا ہے اور وہ تھال دوسرے فرشتے کو بڑھا دیتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو۔ اسی طرح فرشتوں کی یہ جماعت ایک ہاتھ سے دوسرے کو پہنچا کر دربار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ لگا کر قبول فرما رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

میں نے دل چھنے اور مشاہدات کی ساری واردات چوہدری صاحب سے بیان کی تو چوہدری صاحب نے فرمایا۔ "حافظ صاحب میرے معاملہ میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟"

پھر فرمایا۔ "میرے پاس تین مرتبہ آ چکے ہیں گھر میں اپنے معاملات میں کسی کا دخل پسند نہیں کرتا۔"

چوہدری صاحب نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو زور سے دبایا اور میرا دل پھر بند ہو گیا۔ اب میں پھر اندھا تھا اور غیب نظر آنا بند ہو گیا۔

رات کو پھر حافظ صاحب تشریف لائے۔ چہرے سے زبردست جلال ٹپک رہا تھا۔ آپ نے میرے سر کے بالکل بیچ میں زور سے پھونک مار دی۔ اس پھونک کے اثر سے میں زمین سے اچھل پڑا اور میرے دل پھر کھل گیا۔

غصہ کی آواز میں فرمایا۔ "اب دیکھوں گا کیسے بند کرتے ہیں۔"

جب میں آسمانوں میں فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ صبح بس میں بازار جا رہا تھا کہ لسبیلہ کے پل پر جب بس چڑھی تو دیکھا کہ چوہدری صاحب بابا غلام محمد صاحب کو ساتھ لے کر آ گئے بابا غلام محمد صاحب نے میرے دل پر انگلی رکھ دی اور میرا دل پھر بند ہو گیا اور غیب میں کام کرنے والی نظر ختم ہو گئی۔

اب حافظ صاحب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے۔ اب میں اس معاملہ میں' میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا۔ "چوہدری صاحب میرے پیر بھائی ہیں۔ میں اپنے شیخ کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس افتاد کے بعد میری یہ کیفیت ہو گئی کہ مجھے ہر وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ میرے سر پر کئی من وزن رکھا ہوا ہے۔ سڑک پر چلتے چلتے بیٹھ جاتا تھا۔ بار بار ایسا ہوتا کہ میں چکرا کر زمین پر گر جاتا تھا۔ جسم تیزی کے ساتھ لاغر ہوتا چلا گیا اور اس حد تک لاغر ہوا کہ پنڈلیوں کا گوشت خشک ہو گیا اور میں ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے "سوکھے" کی بیماری ہو گئی ہے۔

چھ مہینے اسی حال میں گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے واپس آ رہا تھا کہ میرے پیر کے اوپر سے ٹرک کا پہیہ گزر گیا اور میں ٹرک کے نیچے آتے آتے بچا۔ جی میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ٹرک کے نیچے آ کر ختم ہو جاتا۔ موت کے روٹھ جانے پر گھر آ کر میں بہت رویا اور میری ہچکیاں بندھ گئیں اور میں نے اپنے آقا قلندر بابا اولیاءؒ سے عرض کیا۔ "میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے اٹھا لے۔ میں اب بالکل زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

حضور نے تسلی دی اور فرمایا۔ "میں حافظ صاحب سے بات کروں گا اور بڑے حضرت جی کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اس معاملہ کو کسی نہ کسی صورت سے حل کریں۔"

روئداد طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگ آپس میں مل کر بیٹھے۔ حضرت چوہدری صاحب سے کہا گیا کہ اپنے اس مرید کو فارغ کر دیں۔ مگر چوہدری صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں اس کو اپنے ذہن کے مطابق تیار کرنا چاہتا ہوں۔

جب کوئی بات طے نہ ہو سکی' تو اس پر حافظ صاحب نے فرمایا۔ "یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی محض اس لئے انتظار کرے کہ اسے ایک مخصوص ذہن کے مطابق تیار کیا جائے جب کہ اس کے دادا اس کے لئے ورثہ چھوڑ گئے ہیں اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کو منظور بھی کرایا ہے۔ اب میں اس کیس کو عدالت عالیہ میں پیش کروں گا۔"

حضرت حافظ صاحب نے حضور حسن بصریؒ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا اور تائید میں جن حضرات نے عدالت عالیہ میں پیش ہونا منظور فرمایا وہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت جنید بغدادیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' حضرت معروف کرخیؒ' حضرت امام موسیٰ رضاؒ' حضرت امام حسینؓ اور حضرت اویس قرنیؓ تھے۔

میں رات کے وقت درود شریف پڑھ رہا تھا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ چلو بڑی سرکارؐ میں آج تمہاری پیشی ہے۔

میں نے دیکھا دو جگ کے سرتاج فخر انبیاء رحمۃ للعالمینؐ تخت پر تشریف فرما ہیں۔ بائیں جانب حضرت اویس قرنیؓ ایستادہ ہیں اور دائیں جانب حضرت حسن بصریؒ' حضرت جنید بغدادیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' حضرت معروف کرخیؒ' حضرت امام موسیٰ رضاؒ' حضرت امام حسینؓ' حضرت امام حسنؓ اور بڑے حضرت جیؒ ہیں اور بالکل سامنے چوہدری صاحب اور ان کے پیچھے میں ہوں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ صف میں سے نکل کر نگاہیں نیچی کئے ہوئے سامنے آ گئے اور درود و سلام کے بعد عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میرے موکل کے دادا نے آپؐ کی منظوری سے اپنے پوتے کے لئے ورثہ چھوڑا ہے اور اس ورثہ کو حاصل کرنے کی جو شرط انہوں نے عائد کی تھی وہ میرے موکل نے پوری کر دی ہے اور میرے موکل نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت بھی حاصل کی ہے اور اس کے شیخ نے چشتیہ' سہروردیہ' نقشبندیہ' قادریہ میں اپنے اس مرید کو بیعت کیا تھا۔ بیعت کے بعد مرید کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ تو ان چاروں سلسلوں میں سے بیعت ہو گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد مرید سہروردیہ سلسلہ میں پھر بیعت ہو گیا۔ عرض یہ کرتا ہے کہ حضورؐ کی منظوری کے بعد جب کہ مرید نے شرط پوری کر دی ہو' اس کا ورثہ اسے قانوناً ملنا چاہئے۔ مگر سہروردیہ سلسلہ کا ایک فرد جو سلسلہ سہروردیہ میں مقام رکھتا ہے' اس بات پر آمادہ نہیں ہے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دائیں طرف ایستادہ بزرگوں کو دیکھا۔ سب نے تائید کی۔ پھر حضرت چوہدری صاحب کی طرف دیکھا۔ حضرت چوہدری صاحب دو قدم آگے آئے اور کہا۔ "یا رسول اللہ! قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہو جاتا ہے تو وہ پیر کا حق بن جاتا ہے۔ مجھے قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ میں جس طرح چاہوں اپنے مرید کی تربیت کروں اور اس قانون پر آپ کے دستخط ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر دائیں صف کی طرف دیکھا (جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کوئی تائید کرتا ہے یا نہیں۔)

بڑے حضرت جی صف میں سے باہر آ گئے اور حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت چوہدری صاحب کے حق میں فیصلہ دے کر دربار برخاست فرما دیا۔

میرے حالات اب مزید دگرگوں ہو گئے۔ ہر وقت سینہ سے دھواں اٹھتا ہوا محسوس

ہوتا ہے۔ ایک بڑی مصیبت یہ ہو گئی کہ ہر شب بلاناغہ بدخوابی ہو جاتی ۔ جس سے رہی سہی جان بھی جواب دے گئی۔ ساتھ ہی پیچش میں بھی مبتلا ہو گیا ۔ کھانا کھاتے ہی اجابت کی ضرورت ہو جاتی ۔ نیند کوسوں دور۔ ہر وقت یاس اور ناامیدی کا غلبہ۔ لوگ ہنستے تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ۔ میں سوچا کرتا کیا دنیا میں ہنسی بھی کوئی شئے ہے۔ مجھے چپ لگ گئی۔ دل ہر وقت اداس اور بے چین رہتا۔ دنیا کی ہر چیز میرے لئے ناخوشی اور عذاب کا پہلو رکھتی۔ رات کو اندھیرے میں اٹھ کر روتا ۔ مرجانے کی دعائیں مانگتا اور سوچتا کہ موت بھی مجھ سے کنارہ کر گئی ہے۔ معمولی سے شور سے دل دہل جاتا۔ کوئی زور سے بات کرتا تو دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب پڑتی۔

اس تشنج زدہ زندگی میں تین سال گزر گئے۔ ایک روز خواجہ صاحب نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں ان کی مدد فرمائیں تاکہ وہ اس تکلیف سے نجات پائیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا دیکھیں اللہ کو کیا منظور ہے۔ اس کے چند روز بعد ایک روز تہجد کی نماز کے بعد انہوں نے درود خضری پڑھنے کے دوران خود کو سرکار دو جہاں سرور کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار اقدس میں حاضر پایا اور مشاہدہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تخت پر تشریف فرما ہیں۔ جناب خواجہ صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تخت کے سامنے دو زانو بیٹھ کر درخواست کی۔

"یا رسول اللہ! اے اللہ کے حبیب" اے باعث کائنات' محبوب پروردگار' رحمت للعالمین" جن وانس اور فرشتوں کے آقا' حاصل کون ومکاں' مقام محمود کے مکین" اللہ تعالیٰ کے ہم نشین" علم ذات کے امین" خیر البشر' میرے آقا! مجھے علم لدنی عطا فرما دیجئے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ـــــ آپؐ کو حضرت اویس قرنیؓ کا واسطہ' حضرت بوذر غفاریؓ کا واسطہ' آپ کو آپ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کا واسطہ' آپ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا واسطہ' آپ کو حضرت فاطمہؓ علیؓ اور حسینؓ کا واسطہ اپنے اس غلام پر نظر کرم فرما دیجئے!

میرے آقا! آپ کو قرآن کریم کا واسطہ' آپ کو اسم اعظم کا واسطہ' آپ کو تمام پیغمبروں کا واسطہ' آپ کے جد حضرت ابراہیم کا واسطہ اور ان کے ایثار کا واسطہ! میرے آقا! میں آپ کے در کا بھکاری ہوں۔ آپ کے سوا کون ہے جس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔ میں اس وقت تک در سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ میرا دامن مراد نہیں بھر دیں گے۔

آقا! میں غلام ہوں' غلام زادہ ہوں۔ میرے جد امجد حضرت ابو ایوب انصاریؓ پر آپ کی خصوصی رحمت وشفقت کا واسطہ مجھے نواز دیجئے!

دریائے رحمت جوش میں آگیا۔

فرمایا۔ "کوئی ہے؟"

دیکھا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ دربار میں آکر مودب ایستادہ ہیں اس طرح جیسے نماز میں نیت باندھے کھڑے ہوں۔ نہایت ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا۔ "یا رسولؐ اللہ! میں آپ کا غلام حاضر ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ "تم اس کو کس رشتہ سے وراثت دینا چاہتے ہو؟"

حضور قبلہ نے فرمایا۔ "اس کی والدہ میری بہن ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسّم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ "خواجہ ایوب انصاری کے بیٹے' ہم تجھے قبول فرماتے ہیں۔"

اس وقت میں نے یہ دیکھا کہ میں حضور قبلہ کے پہلو میں کھڑا ہوں۔

علم لدُنی یوں حضور خواجہ صاحب نے حضور قلندر بابا اولیاء کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی روحانی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ انہوں نے تیس سال کا عرصہ روحانی علم کی تلاش وجستجو میں گزارا۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ جناب خواجہ صاحب کی روحانی

تربیت کے لئے 14 سال ان کے ہاں قیام پذیر رہے دن رات کے اس ساتھ میں انہوں نے خواجہ صاحب کی تربیت کا فریضہ بطریق احسن پورا فرمایا۔ تربیت کے مراحل پورے ہونے پر حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے علم لدنی اور اپنا ذہن اپنے اس قابل روحانی فرزند مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو منتقل فرمایا۔

ہر زمانے میں طالب حق کسی عارف بزرگ سے بیعت ہونے کے بعد جب سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے تو وہ بزرگ کسی نہ کسی راستے سے قدم بہ قدم چلا کر منزل مقصود یعنی عرفان خداوندی تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ اصول قوانین اور روحانی راستے سلسلے کا تعین کرتے ہیں۔ گروہ اولیاء اللہ میں سے منتخب اور اکابر لوگوں نے ہر زمانے میں طالبان حق کی عمومی حالت کو پیش نظر رکھ کر ایسے اذکار و اسباق مرتب کئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر عرفان خداوندی حاصل کر سکیں۔ ہر زمانے میں نوع انسانی کی شعوری اور جسمانی صلاحیتوں میں فرق بھی واقع ہوتا رہا ہے۔ ایک زمانہ میں لوگوں کے پاس جسمانی قوت کی فراوانی تھی لیکن ان کے شعور کی قوتیں اتنی مضبوط نہیں تھیں جتنی کہ آج دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ نئی زمانہ ماحول کے اثرات سے لوگوں کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی مصروفیات میں حد درجہ اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ آج لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ پرانے طریقہ ہائے ریاضت پر عمل کر سکیں۔

آج کے سائنسی دور میں کوئی بات اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اسے فطرت کے مطابق اور سائنسی توجیہات کے ساتھ پیش کیا جائے۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا مشن بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اوپر تفکر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ چنانچہ حالات حاضرہ کے پیش نظر سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے اسباق واذکار بہت ہی مختصر مرتب کئے گئے ہیں جن کے ذریعے رہروان سلوک کو عرفان خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

ایک روز خواجہ صاحب نے سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنیاد رکھنے کے لئے حضور قلندر بابا اولیاء کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ حضور بابا صاحبؒ نے خواجہ صاحب کی یہ درخواست بارگاہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام میں پیش کی۔ حضور نبی کریمؐ نے درخواست قبول فرمانے کے بعد سلسلہ عالیہ عظیمیہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔

خانوادہ سلسلہ

چونکہ امام سلسلہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنا ذہن منتقل کیا اور روحانی قوانین کے مطابق جس کو امام سلسلہ اپنا ذہن منتقل کر دے وہ خانوادہ کہلاتا ہے حضور خواجہ صاحب کو مشن اور سلسلہ چلانے کے لئے خانوادہ مقرر فرمایا گیا ہے۔

روحانی ورثہ

حضور قلندر بابا اولیاء سے روحانی ورثہ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو منتقل ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ساری زندگی روحانی علوم کی ترویج واشاعت اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کردی ہے۔

شادی اور صلبی اولاد

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی شادی محترمہ راشدہ عفت صاحبہ سے 25 اکتوبر 1956ء کو ہوئی۔ امی جان سید خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مرشد کریم کی اولاد کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(1) جناب وقار یوسف عظیمی صاحب

(2) جناب فرخ اعظم عظیمی صاحب

(3) جناب سلام عارف عظیمی صاحب

(4) جناب نور نجم عظیمی صاحب

(5) جناب شاہ عالم عظیمی صاحب

(6) محترمہ ناصرہ عثمانی صاحبہ

(7) محترمہ کنول گل ناز صاحبہ

(8) محترمہ ہما قاران صاحبہ

(9) محترمہ حنا الماس صاحبہ

مراقبہ ہالز

آپ نے روحانی علوم کی ترویج اور انسانیت کی خدمت کے لئے پاکستان اور پاکستان سے باہر مراقبہ ہالز (خانقاہی نظام) کا ایک عظیم سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے قائم کردہ مراقبہ ہالز کی تعداد اس وقت 48 سے زیادہ ہے اور یہ مراقبہ ہال (Mediatation Halls) کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سینٹر پاکستان کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں جب کہ برطانیہ' بھارت' امریکہ' دبئی' شارجہ' ناروے' ہالینڈ اور یورپ میں بھی ہیں۔ یہ سب مراقبہ ہال مرشد کریم کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں اور یہاں علاج معالجہ کے لئے مفت ڈسپنسریاں بھی سے قائم ہیں۔ جو انسانیت کی بے لوث خدمت کر رہی ہیں۔ پنجاب میں خانقاہی نظام کی طرز پر مراقبہ ہال لاہور جو جامعہ عظیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں فری ڈسپنسری' فری لائبریری' مراقبہ ہال اور ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے۔ یہ جامعہ 1987ء کو لاہور کے مضافات میں کاہنہ نو کے قریب تعمیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مرکزی مراقبہ ہال بھی تقریباً 3000 مربع گز پر واقع ہے اور یہ 1988ء میں تعمیر کیا گیا ہے۔

اس میں فری ڈسپنسری' فری لائبریری اور مراقبہ ہال شامل ہے۔ اس کے علاوہ مرکزی مراقبہ ہال کے ساتھ ایک بہت بڑی جامع مسجد بھی تیار کی گئی ہے جو بہت خوبصورت ہے۔ مراقبہ ہال حیدر آباد تقریباً ساڑھے تین ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے یہ مراقبہ ہال رقبہ کے لحاظ سے تمام مراقبہ ہالز میں سب سے بڑا مراقبہ ہال ہے۔ اس کے علاوہ چند اور مراقبہ ہالوں کی اپنی زمین ہے اور انہوں نے مراقبہ ہال' فری ڈسپنسری اور فری لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ پشاور' فیصل آباد' چنیوٹ' اٹک' حجرہ شاہ مقیم راولپنڈی' جہلم' ملتان' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' کوئٹہ اور آزاد کشمیر کے علاوہ سارے بڑے بڑے شہروں میں مراقبہ ہال بنائے گئے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مراقبہ ہالوں کی اپنی زمین ہو جائے گی۔ ان مراقبہ ہالز میں قرآن و سنت کے مطابق وظائف پڑھنے کو بتائے جاتے ہیں اور دوستوں کو ارتکاز توجہ کا سبق پڑھایا جاتا ہے اور زندگی میں یقین کو مشاہدہ بنانے کے لئے غار حرا والی سنت یعنی مراقبہ کی تلقین کی جاتی ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے سائنسی توجیہہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانیت کا سبق دیا۔ آج ایک بہت بڑا حلقہ جس میں ڈاکٹرز' سائنس دان' انجینئرز' قانون دان' استاد' طالب علم' کاشتکار' مزدور اور دوسرے عام لوگ مرشد کریم کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں اور آپ کی کتابیں اور اخباروں میں شائع کالم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

روحانی علاج اور اخبارات

مرشد کریم عرصہ 20 سال سے مختلف اخبارات میں روحانی ڈاک کے نام سے کالم لکھ رہے ہیں اور یہ کالم آج تک پاکستان کے بڑے بڑے اخباروں میں شائع ہو رہا ہے۔ آپ مندرجہ ذیل اخبارات میں روحانی کالم لکھتے رہے ہیں:

① جسارت کراچی۔ ② مشرق لاہور۔ ③ حریت کراچی۔ ④ روزنامہ اعلان ⑤

روزنامہ جنگ، کراچی میں آپ کا کالم شائع ہوتا رہا ہے اور مستقل بنیادوں پر روزنامہ جنگ کراچی میں لکھ رہے ہیں۔ انٹرنیشنل جنگ لندن میں بھی آپ کا کالم شائع ہوتا رہا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ، کراچی

حضور قلندر بابا اولیاء کی سرپرستی میں روحانی ڈائجسٹ یکم دسمبر 1978ء سے شروع ہوا اور اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ ڈائجسٹ سلسلہ عظیمیہ کا ایک بہت بڑا ترجمان ہے اور اس رسالہ نے سلسلہ کے پیغام کو بڑے احسن طریقہ سے عام قاری تک پہنچایا ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس رسالے میں قارئین کے مسائل کے حل روحانی ڈاک کے نام سے تحریر کرتے ہیں جسے قارئین بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

مرشد کریم کی تصنیفات

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھی ہیں جو خواص وعام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔

(1) روحانی علاج (2) روحانی نماز (3) رنگ و روشنی سے علاج (4) جنت کی سیر (5) ٹیلی پیتھی سیکھئے۔ (6) تجلیات (7) تذکرہ قلندر بابا اولیاء (8) کشکول (9) آواز دوست (10) پیرا سائیکالوجی (11) قلندر شعور (12) روحانی ڈاک 4 جلد (13) نظریہ رنگ و نور (14) اسم اعظم (15) قوس و قزح (16) محبوب بغل میں (17) محمد رسول اللہ حصہ اول، دوئم اور سوئم (18) بڑے بچوں کے لئے (19) شرح لوح و قلم (20) توجیہات (21) خواتین کے مسائل (22) حضرات کے مسائل (23) ذات کا عرفان (24) کلر تھراپی (25) مراقبہ (26) خواب اور تعبیر (27) صدائے جرس (28) ہمارے بچے (29) معمولات کتب (30) اللہ کے محبوب (31) ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین (32) احسان و تصوف

حضرت سیدہ سعید خاتون عظیمی صاحبہ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائی۔

(1) روحانی ڈائری (2) جوگن (3) خوشبو (4) روحیں بولتی ہیں۔

جناب مونس خان عظیمی صاحب:

(1) اللہ رکھی (2) مستانی (3) پیر حاضر شاہ

جناب کبیل احمد عظیمی صاحب:

(1) تذکرہ حضرت تاج الدین بابا ناگپوری

جناب میاں مشتاق احمد عظیمی صاحب:

(1) یاران طریقت (2) خانقاہی نظام (3) اللہ کے دوست (4) یہ تیرے بندے (5) آداب مریدین (6) بیماریوں کے پانچ جدید علاج (7) راہ سلوک (8) میں اور میرا مرشد (9) حضرت موسیٰ اور جادوگر (10) قدرت اور سائنس (11) اللہ کی تجلی

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب قلندر شعور سے ایک مضمون پیش خدمت ہے جو استغنا کے نام سے ہے۔

استغنا

غور و فکر کیا جائے تو سوچنے اور سمجھنے کے کئی رخ متعین ہوتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی بجائے ہم تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو علمی اعتبار سے مستحکم ذہن یعنی ایسا ذہن رکھتے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز اس کی دنیا میں کوئی بھی حیثیت ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، راحت ہو یا تکلیف سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے مشاہدے میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے، جو ہو رہا ہے جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے اس کا براہ راست تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کے ذہن میں کسی چیز کا وجود ہے اسی طرح اس

مظاہرہ ہوتا ہے۔ فلسفیانہ طرز فکر کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اس بات کو چند مثالوں میں پیش کرتے ہیں۔

زندگی کا ہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ اس حیثیت میں معانی پہنانا دراصل طرز فکر میں تبدیلی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز جس کا وجود اس دنیا میں ہے یا آئندہ ہو گا' وہ کہیں پہلے سے موجود ہے یعنی دنیا میں کوئی چیز اس وقت تک موجود نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو' کوئی آدمی اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے کہیں موجود ہوتا ہے۔ آدمی زندگی کے نشیب و فراز' دن اور ماہ و سال کے وقفے پہلے سے ایک قلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں۔ اس قلم کو ہم کائناتی قلم یا "لوح محفوظ" کہتے ہیں۔

کائناتی قلم

ایک آدمی جب عاقل' بالغ اور باشعور ہوتا ہے تو اسے زندگی گزارنے کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وسائل کو حاصل کرنے کے لئے روپیہ پیسہ ایک میڈیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ بات کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کے لئے پیدا کرنے والی ہستی نے ایک لاکھ روپے متعین کر دیئے اسی طرح جیسے ایک لاکھ روپے کسی بنک میں جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ وسائل کو استعمال کرنے کے لئے آدمی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے۔ کوشش اور جدوجہد جیسے جیسے کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے اس کو روپیہ ملتا رہتا ہے اور ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر کائناتی قلم (لوح محفوظ) میں وسائل کا ریکارڈ اور زر مبادلہ متعین نہ ہو تو ڈسپلے (DISPLAY) ہونے والی فلم نامکمل رہتی۔ ایک آدمی کے نام سے بنک میں کروڑوں روپے کا زر مبادلہ موجود ہے لیکن وہ اسے نہیں استعمال کرتا ہے اور نہ ہی اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ زر مبادلہ اس کے کام نہیں آتا۔

ایک طرز فکر یہ ہے کہ ایک آدمی باوجود اس کے کہ ضمیر ملامت کرتا ہے اپنی روزی حرام طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ رزق حلال سے بھی وہ روٹی کھاتا ہے اور رزق حرام سے بھی وہ شکم بھری کرتا ہے۔ لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ اس دنیا میں اسے جو کچھ مل رہا ہے وہ پہلے سے قلم کی صورت میں موجود ہے۔

ایک آدمی محنت مزدوری کر کے ضمیر کی روشنی میں روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دوسرا آدمی ضمیر کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے وہی روپیہ مل رہا ہے جو لوح محفوظ پر اس کے لئے جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اور انتہائی درجہ نادانی ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی حلال چیز کو حرام کر لیتا ہے۔

ظرف اور مقدر

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ گھوڑے سے اترے۔ قریب سے ایک بدو گزرا۔ اسے آواز دے کر بلایا اور کہا۔ "تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑو۔ میں اتنے میں نماز ادا کر لوں۔"

بدو نے حامی بھری۔ اور حضرت علیؓ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت علیؓ نماز قائم کر کے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ بدو نے سوچا موقع اچھا ہے۔ گھوڑا ہضم کرنا تو مشکل تھا۔ لگام لے کر چلتا بنا۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ گھوڑا موجود ہے لیکن لگام اور بدو دونوں غائب ہیں۔ اتنے میں آپ کے خادم قنبر کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے انہیں دو درہم دے کر کہا۔ "بازار سے ایک لگام خرید لاؤ۔"

قنبر بازار پہنچے تو دیکھا کہ ایک بدو لگام لئے کسی خریدار کا منتظر ہے۔ قنبر نے لگام کو پہچان لیا اور بدو کو پکڑ کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا۔"

اسے کیوں پکڑ لائے ہو؟"

قنبر نے جواب دیا۔ "حضور! یہ آپ کے گھوڑے کی لگام ہے۔"

حضرت علیؓ نے پوچھا۔ "یہ اس کی کیا قیمت مانگ رہا ہے؟"

قنبر نے جواب دیا۔ دو درہم۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ "اسے دو درہم دے دو۔" اور فرمایا۔ "میں نے یہ سوچ کر اسے لگام پکڑائی تھی کہ نماز سے فارغ ہو کر اسے خدمت کے عوض دو درہم دوں گا۔ یہ اس کا ظرف ہے کہ اس نے اپنا مقدر دوسری طرح لینا پسند کیا۔"

سات چور

شیخ کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ ہر وقت اپنا احسان جتاتا رہتا ہے۔ کبھی کہتا ہے میں کھلاتا ہوں' میں پالتا ہوں اور کبھی کہتا ہے میں ہی رزق فراہم کرتا ہوں۔ اگر ہم کھانا نہ کھائیں تو کوئی طاقت ہمیں کھانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ یہ سوچ کر کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ جب بیوی بچوں نے زیادہ پریشان کیا تو گھر چھوڑ کر ایک پرانے قبرستان میں وہ جا بیٹھے شام ہوئی تو ایک صاحب اپنی منت پوری کرنے کے لئے قبرستان میں موجود ایک مزار پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ کے بعد انہوں نے شیخ کو بھی تبرک دیا۔ شیخ کے انکار اور اس شخص کے اصرار نے عجیب صورت حال پیدا کر دی۔ وہ شخص یہ سمجھ کر کہ شیخ کوئی دیوانے ہیں ایک پڑیا میں کچھ لڈو لپیٹے اور ایک جھاڑی کے نیچے رکھ دیے کہ جب اس شخص کے حواس درست ہوں گے تو کھا لے گا۔ آدھی سے زیادہ رات گزر گئی تو قبرستان میں چور داخل ہوئے اور انہوں نے چوری شدہ مال کی تقسیم شروع کی تو شیخ اٹھ بیٹھے۔ چوروں کے کان کھڑے ہوئے اور آپس میں یہ طے پایا کہ یہ شخص کوئی مخبر ہے انہوں نے جلدی جلدی اپنا مال سمیٹ کر پوٹلی میں باندھ لیا اور شیخ پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ شیخ کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔ اس تکرار میں چوروں میں سے ایک چور کی نظر جھاڑی کے نیچے رکھی ہوئی پڑیا پر پڑی۔ پڑیا کو کھول کر دیکھا تو اس میں سات لڈو تھے۔ اور چور بھی اتفاق سے سات تھے۔ چوروں کا سردار بولا کہ یہ شخص بھی کوئی چور ہے اور بہت چالاک چور ہے۔ اس نے لڈوؤں میں زہر ملا دیا ہے' تاکہ ہم سب کھا کر مر جائیں اور یہ ہمارے مال پر قبضہ کر لے۔ سردار نے کہا یہ سارے لڈو اسے کھلا دیے جائیں تاکہ اس کی سازش خود اس کو ہلاک کر دے۔ دو آدمیوں نے دونوں پیر پکڑے' دو آدمیوں نے دونوں ہاتھ پکڑے۔ ایک آدمی نے سر پکڑا ایک آدمی سینے پر بیٹھ گیا اور ایک آدمی نے ان کا منہ کھول کر اس میں لڈو ڈال دیا جب شیخ نے اس حال میں بھی لڈو کھانا نہیں چاہا تو اس شخص نے زور زور سے تھپڑ رسید کیے اور انگلی کے ذریعے لڈو شیخ کے حلق میں اتار دیا۔ اس جبر و تشدد کے دوران ساتوں لڈو شیخ کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد ساتوں چور سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے۔

شیخ اٹھے اور بہت حسرت و یاس کے ساتھ انہوں نے جب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو آواز آئی "اے مغرور بندے! گھر چلا جا' ورنہ روزانہ ہم اسی طرح کھلائیں گے۔"

آسمان سے نوٹ گرا

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ کسی چیز کے اوپر یقین کا کامل ہو جانا اس وقت ممکن ہے جب وہ چیز یا عمل جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ یہ کس طرح واقع ہو گی' بغیر کسی ارادے اختیار اور وسائل کے پوری ہوتی رہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں کمرے میں بیٹھا ہوا قلندر بابا اولیاء کی تصنیف "لوح و قلم" کے صفحات کو دوبارہ لکھ رہا تھا۔ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ لاہور سے

کچھ مہمان آ گئے۔ عام حالات میں چونکہ تھوڑی دیر کے بعد کھانے کا وقت تھا' اس لئے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان مہمانوں کو کھانا کھلانا چاہئے۔ یہ اس دور کا واقعہ ہے جب میں "حیرت" کے مقام میں تھا اور نہ صرف یہ کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا' لباس بھی مختصر ہو کر ایک لنگی اور ایک بنیان رہ گیا تھا۔ یہ ایک الگ داستان ہے کہ اس لباس میں گرمی' سردی اور برسات کس طرح گزری۔ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمت اور توفیق عطا کر دیتا ہے اور بڑی سے بڑی مشکلات اور پریشانیاں پلک جھپکتے گزر جاتی ہیں۔ میں نے سوچا کہ پڑوس میں سے پانچ روپے ادھار مانگ لئے جائیں۔ اور ان روپوں سے خورد و نوش کا انتظام کیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ پڑوسی نے اگر پانچ روپے دینے سے انکار کر دیا تو بڑی شرمندگی ہو گی پھر خیال آیا کہ جھونپڑی والے ہوٹل سے کھانا ادھار لے لیا جائے۔ طبیعت نے اس کو بھی پسند نہیں کیا۔ یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اللہ چاہے گا تو کھانے کا انتظام ہو جائے گا۔ میں کمرے سے باہر آیا۔ جیسے ہی دروازے سے قدم باہر نکالا' چھت سے پانچ روپے کا ایک نوٹ گرا۔ نوٹ نیا اور صاف شفاف تھا کہ زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ فرش پر جب نیا نوٹ پڑا ہوا دیکھا تو میرے اوپر دہشت طاری ہو گئی۔ لیکن یکایک ذہن میں ایک آواز گونجی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے وہ نوٹ اٹھا لیا اور کھانے پینے کا بافراغت انتظام ہو گیا۔

ساٹھ روپے

عید کا چاند دیکھنے کے بعد بچوں کی عیدی کے سلسلے میں فکر لاحق ہوئی اور میں اپنے ایک دوست کے پاس کچھ روپے ادھار لینے چلا گیا۔ دوست نے مجھ سے کہا کہ روپے تو میرے پاس موجود ہیں لیکن کسی کی امانت ہیں۔ طبیعت نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ دوست کو امانت میں خیانت کرنے کا مجرم قرار دیا جائے۔ وہاں سے چلتا ہوا بازار میں آ گیا۔ وہاں مجھے ایک دوست ملے' بہت اچھی طرح پیش آئے اور انہوں نے پیش کش کی کہ آپ کو عید کے سلسلے میں کچھ روپے پیسے کی ضرورت ہو تو بلا تکلف لے لیں۔ لیکن میں نے ان کی اس پیش کش کو نامنظور کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ "صاحب! میں نے آپ سے کسی زمانے میں کچھ روپے ادھار لئے تھے' وہ میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔" اور انہوں نے میری جیب میں ساٹھ روپے ڈال دیئے۔ میں گھر چلا آیا اور ان ساٹھ روپوں سے عید کی تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔

اس واقعے کے اندر بہت زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ دوست سے میں تیس روپے ادھار لینے گیا تھا اور اللہ نے مجھے اتنے پیسے دلوا دیئے جو میری ضرورت کے لئے کافی تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر تیس روپے بطور قرض مل جاتے تو ضرورت پوری نہ ہوتی۔ میں نے صرف یہ دو واقعات گوش گزار کئے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار واقعات میری زندگی میں پیش آتے رہے۔

گاؤں میں مرغ پلاؤ

استغناء کے ضمن میں غوث علی شاہ قلندرؒ پانی پتی اپنی تصنیف "تذکرہ غوثیہ" میں ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں کہ ----

میں ایک دیہات کی مسجد میں امام تھا۔ مسجد میں ایک فقیر آ کر رک گیا۔ مغرب کے بعد میں نے اسے کھانے کے لئے بلایا تو اس فقیر نے پوچھا کھانے میں کیا ہے؟ اتفاق سے اس روز دال روٹی تھی۔ فقیر نے یہ بات سن کر دال روٹی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اور خاموش ہو گیا۔ میں نے دوبارہ کھانے کے لئے اصرار کیا تو بولا کہ میرا اللہ سے یہ معاہدہ ہے کہ اگر وہ مجھے مرغ پلاؤ دیتا ہے تو کھاتا ہوں ورنہ نہیں کھاتا۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ نفسیاتی مریض ہے اس کے لئے کھانا بچا کر رکھ دیا۔ برسات کا موسم تھا۔ آسمان

Click here to Reach the Contacts under Silsila Azeemia around the world

Click here to View list of Libraries under Azeemia Sufi order

پر گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ میں اپنے حجرے میں چلا گیا۔ اور دروازہ بند کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اور اس موسلا دھار بارش میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اٹھ کر میں نے دروازہ کھولا تو ایک صاحب سر پر بوری اوڑھے دروازے کے باہر کھڑے تھے اور ان صاحب نے ایک تھال مجھے پکڑا دیا۔ اور کہا "ملا جی! ہم نے منت مانی تھی۔ یہ مرغ پلاؤ ہے۔ برتن صبح آجائیں گے۔ میں یہ مرغ پلاؤ لے کر فقیر کے پاس گیا اور تھال اسے پکڑا دیا۔ اس نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

مچھلی مل جائے گی؟

ایک رات کا ذکر ہے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کا وقت تھا۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے ارشاد فرمایا مچھلی مل جائے گی؟ میں نے عرض کیا حضور! ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ کسی ہوٹل میں ضرور مل جائے گی۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا۔ "ہوٹل کی پکی ہوئی مچھلی میں نہیں کھاتا" میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ اس وقت مچھلی کہاں سے ملے گی۔ اس زمانے میں ناظم آباد کی آبادی بہت ہی کم تھی۔ بہرحال میں نے اپنے دل میں یہ سوچ لیا کہ مچھلی ضرور تلاش کرنی چاہئے۔ یہ سوچ کر میں نے ٹوکری اٹھائی تو قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ اب رہنے دو صبح دیکھا جائے گا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ باہر جا کر دیکھا تو ایک صاحب ہاتھ میں ایک مچھلی لئے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ "میں ٹھٹھہ سے آرہا ہوں اور یہ مچھلی قلندر باباؒ کی نذر ہے۔ یہ کہتے ہی وہ صاحب رخصت ہو گئے۔